اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

جلد ــــ ۳۰
شمارہ ــــ ۸
ذوالحجہ ــــ ۱۴۱۵ھ
مئی ــــ ۱۹۹۵ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ
معاون مدیر عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
ناظم شفیق فاروقی

ایگزیکٹو ایڈیٹر
حافظ راشد الحق سمیع

فون نمبر ۴۳۶، ۴۳۵، ۵۲۴۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپیہ فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۲/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۶/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

- ۲۷ مئی کی کامیاب تاریخی ہڑتال
- چرار شریف میں درگاہ سمیت مساجد کا انہدام
- حکومت کا پیش کردہ تازہ بجٹ

۲۷ مئی کو تمام دینی اور مذہبی جماعتوں کے اتحاد قومی وملی یکجہتی کونسل کی اپیل پر تحفظ ناموسِ رسالت کے قانون میں حکومت کے مجوزہ ترمیمات کے خلاف پورے ملک کے شہروں بلکہ دیہاتوں اور قصبوں میں پہیہ جام ہڑتال ہمہ گیر، عملاً کامیاب اور ملک کی علمی و دینی تحریکات کی تاریخ میں ایک حیرت انگیز مثالی واقعہ ہے یکجہتی کونسل کے اکابر اور قائدین بجا طور پر اس قدر ملی اتحاد، قومی وحدت دینی بیداری اور عوام میں ایک مستحکم اثر و رسوخ کی عظیم ترحیثیت رکھنے اور اسے دینی کاز کے لیے کامیاب حکمت عملی سے استعمال کرنے پر صد ہزار تحسین و تبریک کے مستحق ہیں ایک معاصر کے بقول

> "اس ہڑتال نے اسی تاثر اور بیرونی پروپیگنڈے کے غبارے سے ہوا نکال دی کہ اس ملک میں مولوی کی سیاست کے دن لدگئے اور اب علما کا رائے عام پر کوئی اثر نہیں ہے ہڑتال سے ثابت ہوگیا کہ ملک کا ہر ہوشمند پیر و جواں اور بچہ بچہ اپنے دینی رہنماؤں کے سنجیدہ اقدامات کی دل سے پذیرائی کرتا ہے ان کے اتحاد کا دل و جان سے متمنی ہے اور مسلمانوں کے قلوب اب بھی اپنے اللہ اور اپنے رسولؐ سے وابستہ ہیں" (ہفت روزہ تکبیر ۸ جون ۱۹۹۵ء)

جھلسنے والی شدید گرمی، ملکی سیاسیات کی بے یقینیوں، حکومتی کارندوں کی ریشہ دوانیوں اور شیطانی قوتوں کے ہزار مکر و فریب کے باوجود ہڑتال کی ہمہ جہتی کامیابی اور بیرونی ذرائع ابلاغ کا اس کی کامیابی کا برملا اعتراف اور ملک کے دور دراز علاقوں اور کونے کونے میں عاشقان رسولؐ اور اسلامیانِ پاکستان کا اپنے دینی قائدین کی اپیل پر لبیک کہنا اور بے سر و سامانی کے عالم میں ملک بھر میں جلسوں اور پرامن جلوسوں اور جوش، اخلاص عزم اور نظم و ضبط کے ساتھ احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کرنا ملک کے دینی مستقبل اور یکجہتی کونسل کے اپنے اہداف میں کامیابی کے لیے تائید غیبی سے کسی طرح بھی کم نہیں پھر محرم الحرام کا پرامن گزرنا یکجہتی کونسل کے اہداف کی پذیرائی کی ایک اور واضح دلیل ہے۔

۲۷ مئی کی کامیاب ہڑتال اور محرم الحرام کے عشرے کا پرامن گزرنا اور یکجہتی کونسل کے ساتھ عوام کی محبت اور اعتماد نے

اس ملک میں ایک بار پھر علماء کی قوت کا سکہ بٹھا دیا ہے دینی قوتوں کے اس تاریخی اتحاد کے اولین داعی و محرک اور کونسل کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق نے اتحاد کے مقاصد کی توضیح کرتے ہوئے پہلے روز ہی بتایا تھا کہ

"یہاں کے عوام علماء کے ساتھ وابستہ ہیں اور جب علماء متحد ہوں گے تو عوام پاکستان میں اسلامی نظام کے سوا کوئی آئین، نظریہ اور کوئی ازم قبول نہیں کریں گے"

علماء، خطباء، دینی قوتوں مذہبی جماعتوں اور عام مسلمانوں کی یہ عظیم طاقت ہر اس شخص اور ہر اس باطل قوت اور ہر اس بدعنوان حکومت کے لیے ایک للکار ہے جو اس ملک میں کسی غیر اسلامی نظام یا توہین رسالت پر مبنی قوانین اور ترمیمات کے عزائم لیے ہوئے ہے۔

یہ ان اغراض پسند، مفاد پرست اور غیر ملکی آقایان ولی نعمت کے اشاروں پر ناچنے والے کٹھ پتلی حکمرانوں اور نام نہاد سیاست دانوں کے لیے ایک چیلنج ہے جو اپنی خود غرضانہ سیاست کی خاطر اپنے کفریہ عزائم پر اسلام کا خول چڑھانا چاہتے ہیں۔ باطل قوتوں کو جلد یا بدیر، وسائل اور اسباب سے یکسر محروم مگر علوم نبوت اور عشق رسول سے معمور اور اللہ کے پسندیدہ اور محبوب طبقہ "علماء کرام" اور متلاشیان شریعت کا سامنا کرنا پڑے گا جن باطل قوتوں کی ظاہری اور باطنی تمام سازشیں، سیاستیں، داؤ و پیچ اور مساعی اس ملک میں نفاذ شریعت کی راہ روکنے اور توہین رسالت کی راہ ہموار کرنے کے مذموم مقاصد کے لیے وقف ہیں۔ اس موقع پر ہم یکجہتی کونسل کے قائدین سے یہ توقع رکھتے اور اپیل کرتے ہیں کہ وہ کامیاب تاریخی ہڑتال پہ قناعت کرنے کے بجائے اپنی جدوجہد کو مزید تیز تر کریں گے اس قسم کی کامیابیوں اور کثرت پر خود پسندی اور عجب سے بچنا چاہیے ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم میں ہمارے لیے بھی درس عبرت ہے اسی طاقت قوت، اتحاد فکر اور دینی پلیٹ فارم کو مزید منظم اور مستحکم کرنا چاہیے تحفظ ناموس رسالت کے قوانین میں ترمیمات کے استرداد اور نامنظوری سمیت ملک میں نفاذ شریعت کے مطالبہ کی وسعت اور گہرائی کا تاثر اور بھی گہرا ہونا چاہیے تمام مکاتب فکر کے دینی اور علمی شیرازوں کو مجتمع کرنے کا عمل بھی مزید تیز تر ہونا چاہیے جب تک کہ آخری منزل تک رسائی نہ ہو ولتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا۔

درگاہ چرار شریف سمیت، چرار شریف کی مساجد کے انہدام اور سانحہ شہادت کا دن عالم اسلام بالخصوص پاک و ہند کے مسلمانوں کے لیے ایک ایسی منحوس اور المناک خبر لے کر آیا جس نے پوری اسلامی برادری کو نہ صرف سوگوار کر دیا بلکہ دنیا میں ایک ہلچل مچا دی تمام ذرائع ابلاغ اور اخبارات نے جلی اور موٹی سرخیوں میں یہ خبر

دے دی کہ ہندو جنونیوں نے بالآخر اجودھیا کی بابری مسجد کی طرح چرار شریف کی چھ سو سالہ قدیم تاریخی درگاہ اور وہاں کی متعدد مساجد کو شہید کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس سانحہ پر ہر مسلمان سراپا احتجاج ہے اور اپنی اپنی جگہ ہر کوئی اپنے اپنے انداز میں احتجاج اور اس ظلم پر نفرت کا اظہار کر رہا ہے کیا ظلم اور بہیمیت اور سفاکیت و درندگی کے اس انتہائی اقدام سے تحریک آزادی کشمیر کچلی جا سکے گی؟ اس کا جواب واضح ہے اس قسم کا ظلم تحریکات آزادی کو بڑھاتا اور بھڑکاتا ہے اور ان کی مزید تقویت کا باعث بنتا ہے مگر اس سے بڑھ کر ظلم کی انتہا یہ ہے کہ اجتماعی طور پر عالم اسلام غافل ہے اس انتہا کے بعد عالم اسلام کو اپنے احتجاجی ردعمل کے لیے آخر اور کس نئے سانحے کا انتظار ہے؟ عالمی رائے عامہ اور خصوصاً مسلم ممالک کب تک اپنی بے بسی کا مظاہرہ کریں گے چھ برس سے کشمیر میں خونریز تصادم جاری ہے ایک چھوٹی سی مسلم ریاست میں چھ لاکھ بھارتی فوج پوری سفاکی سے اپنا آپریشن جاری رکھے ہوئے ہے۔

مسلمانوں کی یہ ذلت اور کسمپرسی آخر کیوں؟ اور کب تک؟ جب کہ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب بیس کروڑ کے قریب بتائی جاتی ہے اور تقریباً پچاس اسلامی ممالک ہیں دنیا کے بہترین وسائل بھی ان کو حاصل ہیں مگر اس کے باوجود سب سے زیادہ مظلوم اور ذلیل بھی مسلمان ہی ہیں جن کی تاریخ میں ذلت اور بزدلی کا تصور ہی گناہ تھا کیوں کہ اسلام تو آیا ہی غالب ہونے کے لیے ہے اور پھر قرآن کریم جیسے ضابطہ حیات پر عمل پیرا قوم کا مغلوب ہونا ناممکن ہے لیکن آج کا مسلمان صرف نام کا مسلمان ہے اپنے ماضی کا صرف نام لیتا ہے عملاً اس سے کٹ چکا ہے غفلت کی گہری نیند سو چکا ہے قدرت اس کو بیدار کرنے کے لیے بار بار جھنجھوڑ رہی ہے کہ اٹھ اپنی ملی اور قومی بقا کے لیے اور اپنے وجود کے تحفظ کی خاطر کوئی شیرازہ بندی کر اور اپنے ذہن و عمل کی پاکیزگی اور تطہیر کا کوئی سامان کر ورنہ تیری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں۔

موجودہ حکومت کا پیش کردہ چار کھرب اکتیس ارب اور بائیس کروڑ کا تازہ بجٹ (سالانہ میزانیہ) سابقہ روایات کے مطابق ہر لحاظ سے ناقص، ناتمام، ظالمانہ اور مایوس کن ہے اس کے ظاہری اسباب تو واضح ہیں مثلاً بے جا ٹیکس، اشیاء صرف کی قیمتوں میں اضافے، سرمایہ داروں کا تحفظ، غریبوں کے استحصال اور حکمرانوں کے مفادات کی حفاظت کا آئینہ دار تو ہے ہی، کامیابی، فلاح، دینی اور اسلامی اور ملک کے نظریاتی اساس کے نقطہ نظر سے بھی معنوی خیر و برکت کے اسباب سے سراسر خالی ہے مثلاً ملکی سالمیت، عقیدہ دین اور اسلامی تعلیمات کے فروغ، اسلامی اقدار کے تحفظ اور قوم و ملت بالخصوص نئی جنریشن کی اخلاقی تربیت اور عملی تطہیر، رفاہی اور ملی کاموں کی سرپرستی و تعاون، آزاد دینی اداروں کے استحکام و ترقی کے لیے کیا [illegible]

اور کھربوں روپے کے ان میزانیوں میں کوئی ایک پیسہ بھی رکھا گیا ہے؟ علوم نبوت کی ترویج اور اسلامی تعلیمات کے فروغ سے بے اعتنائی اور اعراض و انکار اس بجٹ کی امتیازی شان ہے مگر یاد رہے خالق لم یزل اس قدر بے توجہی اور استکبار پہ ہمیشہ مہلت اور ڈھیل نہیں دیتے رہیں گے جب عوام بھی اس کا نوٹس نہیں لیں گے دینی اور اسلامی حمیت کا مظاہرہ نہیں کریں گے تو بجٹ اسی طرح بڑھتے رہیں گے غریب پستے اور ان کی کمر ٹوٹتی رہے گی پریشانیاں، ہیجانات، بحران، مہنگائی، معاشی مشکلات، انتظامی ابتری اور ظلم و تشدد اور قتل و غارت گری بڑھتی رہے گی یوں کہ مسلمانوں کا کوئی پروگرام، کوئی منصوبہ، کوئی بجٹ اور میزانیہ ظاہری اسباب کی ہزار موافقت کے باوجود اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ رب العزت کی حقیقی مدد اور نصرت شامل حال نہ ہو۔

عبدالقیوم حقانی

وفیات

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب عرف حضرت جی صاحبؒ

گزشتہ ہفتے سلسلۂ رشد و ہدایت کا ایک درخشندہ ستارہ تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب (عرف حضرت جی) غروب ہو گیا حضرت جیؒ مرحوم موجودہ دور میں تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ دوسرے امیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور اس سلسلہ کے تمام اکابر و مشائخ کی خصوصیات دعوت و ارشاد کے امین تھے، ان کی مساعی، ان کی دعاؤں، اور ان کے مجالس میں اکابر سلف کی تاثیر، گہرائی درد دل، ولولۂ تبلیغ، حکمت و مصلحت دور بینی فکر امت اور موعظت کا داعیانہ اور حکیمانہ رنگ غالب رہتا تھا اپنے اخلاص تقویٰ، للہیت، پاکدامنی اور فکر امت اور حکمت دعوت و تبلیغ کی وجہ سے وہ نہ صرف برصغیر میں بلکہ پورے عالم میں تبلیغی کار کی وجہ سے اہل علم و دین کا مرجع بن چکے تھے، تبلیغی حضرات اور علماء و صلحاء ان کے مجالس اصلاح و صحبت سے مستفید ہوتے رہتے تبلیغی کام نے ان کے دور میں خصوصی ترقی کی دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کے فیوضات کو جاری و ساری رکھے اور انہیں مقامات قرب سے نوازے۔

الحاج عبدالواحد اختر کاتب الحق

۱۴ مئی کو ماہنامہ الحق کے کاتب الحاج عبدالواحد اختر مرحوم کا سانحہ ارتحال پیش آیا مرحوم مولانا عبدالمعبود صاحب (راولپنڈی) کے برادر بزرگ تھے حضرت لاہوریؒ کے متعلقین سے تھے صاحب دل بزرگ، الحق کی کتابت ہمیشہ باوضو رہنے کا اہتمام، تہجد گزار اور صالح انسان تھے جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ان کا سانحہ ارتحال پر مولانا عبدالمعبود کے نام تعزیتی خط لکھا ہے ذیل میں وہی نذر قارئین ہے جس سے مرحوم کی سیرت سوانح جھلکتی ہے مرحوم کے سانحہ کے بعد ۶ جون کو ان کی ہمشیرہ کا انتقال ہوا ادارہ مولانا عبدالمعبود اور تمام خاندان کے سانحۂ غم میں برابر کا شریک ہے

آج کسی مبہم سے ذریعہ سے حضرت مولانا عبدالواحد صاحبؒ کے سانحہ ارتحال کی اطلاع ملی میں سفر پہ تھا اور بے حد مصروفیات میں گھرا ہوا تھا معلوم نہیں کب اطلاع آئی اور کسی نے دی ؟ بروقت مطلع ہوتا تو جنازہ ہی میں شرکت کی سعادت حاصل کرتا میں کافی عرصہ سے اس سوچ میں تھا کہ ان کی خدمت میں حاضری دوں اور دعائیں لوں اور حضرت کی کچھ خدمت بھی کروں مگر افسوس کہ کشاکش ایام اور مشاغل سے عملاً ایسا نہ کر سکا جس کا ہمیشہ صدمہ رہے گا مرحوم میں تقویٰ للہیت اور خلوص کی جو نعمتیں اللہ نے ودیعت فرمائی ہیں بہت کم مثال اس کی ملے گی الحق کی طویل عرصہ تک خدمت کی ہے ان کی کتابت کو الحق کیلئے معنوی طور پر فال نیک سمجھتا تھا کہ نورانی کتابت سے الحق کو جلاء ملتی رہے گی طویل عرصہ خدمت کی اور تکالیف و مصائب کی بھٹیوں سے بھی اللہ نے درجات بلند فرمانے کے لیے گذارا جو درجات بڑھانے کا ذریعہ بنیں فوری طور پہ اس خط پہ اکتفا کرتا ہوں کہ خود بھی کسی وقت حاضر خدمت ہوں گا صاحبزادگان اور متعلقین کو تعزیت مسنونہ پیش فرما دیں۔ (سمیع الحق)

جناب عبدالحی ابڑو

امام ابن تیمیہؒ کی وصیّت

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی ذات والاصفات کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔ آپ کے ایک شاگرد ابوالقاسم المغربی نے آپ سے ایک وصیت کی درخواست کی جس سے وہ دین اور دنیا کی بھلائی حاصل کر سکیں۔ انہوں نے علم حدیث اور دیگر شرعی علوم کے بارے میں کتابوں، نیز بہتر ذریعہ معاش کی نشاندہی کے بارے میں بھی پوچھا ۔ امام ابن تیمیہ نے جواب میں درج ذیل وصیت فرمائی جسے "الوصیۃ الصغریٰ" کا نام دیا جاتا ہے ۔

سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں ۔

آپ نے وصیت کرنے کا تقاضا کیا ہے تو میرے علم کے مطابق پیروی کی خواہش رکھنے والے کسی صاحب فہم کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی وصیت سے زیادہ مفید کوئی اور وصیت نہیں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولقد وصینا الذین اُوتوا الکتاب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ" (النساء : ۱۳۱)

(تم سے پہلے جن کو ہم نے کتاب دی تھی انہیں بھی یہی ہدایت کی تھی اور تم کو بھی یہی ہدایت کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہوئے کام کرو)

اسی طرح آپ نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت فرمایا : اے معاذ ! اللہ سے ڈرتے رہو جہاں کہیں بھی ہو، اور برائی کے بعد نیکی ضرور کرو جو اس کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ "

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت معاذ کی بڑی قدر و منزلت تھی ، آپؐ نے اپنے پیچھے سواری پر ہمرکاب ہونے کی حالت میں انہیں فرمایا : "اے معاذ، بخدا مجھے تمہارے ساتھ محبت ہے ۔"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ وصیت فرمائی جس کو انہوں نے جامع سمجھا ۔ بلاشبہ اپنے سمجھنے والے کے لیے یہ ہے بھی بہت جامع ۔ ساتھ ہی یہ قرآنی وصیت کی شرح بھی ہے ۔

اس کی جامعیت یوں ہے کہ بندے پر دو حقوق ہیں ۔ ایک اللہ تعالیٰ کا اور دوسرا بندوں کا ۔ چنانچہ اس پر جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس میں بعض اوقات اس سے لازماً کوتاہی سرزد ہو گی یا تو کسی حکم کی بجا آوری

ہیں یا کسی ممنوع چیز کا ارتکاب کرکے۔ اسی لیے آپؐ نے ارشاد فرمایا: "اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی ہو" جہاں کہیں بھی ہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ کے لیے ظاہر اور پوشیدہ دونوں حالتوں میں تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔ پھر فرمایا: "برائی کے بعد نیکی ضرور کرو جو اسے مٹا دے" اس لیے کہ مریض جب کوئی مضر چیز استعمال کر بیٹھے تو طبیب اسے ایسی چیز کے استعمال کا مشورہ دیتا ہے جو اسے ضرر سے محفوظ رکھے گویا کہ گناہ بندے کے ساتھ لازم و ملزوم ہے، پس عقلمند وہ ہے جو برائیوں کو مٹانے کے لیے ہمیشہ نیکیاں کرتا ہے۔ چنانچہ نیکیاں بدیوں کی جنس میں سے ہونی چاہییں تاکہ انہیں مٹانے میں زیادہ مؤثر اور کارگر ہو سکیں۔

گناہوں کے اثرات درج ذیل چیزوں سے زائل ہوتے ہیں:

(۱) توبہ۔ (۲) استغفار، چاہے توبہ کے بغیر ہی ہو۔ بندہ چاہے توبہ نہ بھی کرے مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی قبولیت کے نتیجے میں اسے بخش دیتا ہے۔ لیکن اگر توبہ و استغفار جمع ہو جائیں تو یہ کمال درجہ ہے۔

(۳) نیک اعمال، جو گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔ یہ نیک اعمال یا تو مقررہ کفارات کی صورت میں ہوتے ہیں جیسے روزہ توڑنے کا کفارہ یا ظہار کا کفارہ یا حج میں بعض ممنوع چیزوں کے ارتکاب کا کفارہ وغیرہ یہ کفارات چار قسم کے ہوتے ہیں، جانور کی قربانی، غلام آزاد کرنا، صدقہ و خیرات کرنا یا روزے رکھنا۔

بعض نیک اعمال ایسے ہیں جو مقرر نہیں بلکہ عمومی ہیں، جیسا کہ حضرت عمرؓ سے حضرت حذیفہؓ نے فرمایا۔ "انسان سے اپنے اہل و عیال، مال اور اولاد کے معاملات میں مشغول رہنے کی وجہ سے ذکر الٰہی سے جو غفلت ہو جاتی ہے نماز، روزہ صدقہ و خیرات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کام انجام دینے سے وہ معاف ہو جاتی ہے۔" قرآن و سنت کے بے شمار شواہد بتاتے ہیں کہ پنج گانہ نماز، نماز جمعہ، روزے ... اور اسی طرح کے دیگر اعمالِ صالحہ گناہوں کا کفارہ بنتے ہیں۔

ان چیزوں پر توجہ دینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے کہ انسان کو بلوغت سے مرتے دم تک ایسے حالات سے سابقہ پیش آتا ہے جو جاہلیت سے مشابہت رکھتے ہیں۔ انسان کی نشو و نما چاہے کتنے ہی تقویٰ اور علم و تدین کے ماحول میں ہوئی ہو اس کے باوجود وہ جاہلیت کے بعض اعمال کا مرتکب ہو ہی جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تم لوگ پچھلی امتوں کی پوری طرح پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی ایسا ہی کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کون سی امتیں ہیں، یہود و نصاریٰ تو نہیں؟ آپؐ نے فرمایا، اور کون ہیں؟ ۔ چنانچہ ان امتوں کے رسوم و رواج اور عادات بعض اہل ایمان میں بھی سرایت کر گئی ہیں۔ اس لیے

اللہ کی طرف سے جس کو شرح صدر نصیب ہو اور اسے جاہلیت، مغضوب علیہم اور بھٹکی ہوئی امتوں کے حالات واطوار سے کچھ واقفیت ہو اسے ان باتوں کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ہر خاص وعام کے لیے جو چیز سب سے زیادہ نفع بخش ہے اور پریشانیوں سے اسے نجات دلاسکتی ہے وہ ہے گناہ کا ارتکاب ہو جانے کے فوراً بعد نیکی کرنے کا علم رکھنا۔ نیکیاں وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اعمال، اخلاق اور اوصاف کی شکل میں اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے انجام دینے کا حکم دیا ہے۔

اس کے علاوہ گناہوں کے اثرات کو جو چیزیں مٹاتی ہیں ان میں سے ایک قسم ان مصیبتوں اور پریشانیوں کی ہے جو انسان کو رنج وغم، مالی، جسمانی اور معنوی لحاظ سے حاصل ہونے والی تکالیف سے عبارت ہیں، ان میں انسان کا اپنا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حق کو ان دو کلمات (عمل صالح کرنے اور برائی کی اصلاح کرنے) میں بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ «وخالِقِ الناسَ بخُلُقٍ حسن» (لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ) یہ لوگوں کا حق ہے۔

لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے کا خلاصہ یہ ہے کہ، جو قطع تعلق کرے۔ سلام کلام، عزت واکرام، اس کے لیے دعا واستغفار، اور اس کی تعریف کے ذریعہ اس سے جڑا جائے اور اس سے میل جول رکھا جائے۔ جو کسی چیز سے محروم رکھے اسے تعلیم وتعلم کا اور مالی وغیر مالی ہر طرح کا فائدہ پہنچایا جائے، جو جان مال یا عزت وآبرو کے لحاظ سے ظلم کرے اور نقصان پہنچائے اس کو معاف کیا جائے۔ ان میں سے کچھ چیزیں تو واجب ہیں اور کچھ مستحب اور مرغوب۔

جب کہ وہ «خلق عظیم» جس کا مصداق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہرایا گیا ہے وہ اس پورے دین کا نام ہے جو تمام احکاماتِ الٰہی کا مجموعہ ہے۔ حضرت عائشہؓ کے قول «کان خُلُقُہ القرآن» میں بھی «قرآن» کا یہی مفہوم ہے۔ «خلقِ عظیم» کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خوش دلی اور شرح صدر سے وہ چیزیں انجام دے جو اللہ کو پسند ہیں۔

رہی یہ بات کہ یہ تمام چیزیں «اللہ کی وصیت» کیونکر ہیں، تو وہ اس لیے کہ اللہ کے خوف اور تقویٰ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کے حتمی طور پر یا ترغیب کے طور پر کرنے کا یا اس سے رک جانے کا اللہ نے حکم فرمایا ہے۔ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سبھی شامل ہیں۔ لیکن چونکہ بسا اوقات تقویٰ سے مراد اللہ کے عذاب کا ڈر لیا جاتا ہے جو حرام کردہ چیزوں کے ارتکاب سے انسان کو روکتا ہے، اس لیے حدیثِ معاذ

میں تقویٰ کا لفظ شرح وبسط کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کی ترمذی میں روایت کردہ حدیث میں بھی تقویٰ کی تفسیر بیان ہوئی ہے، جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ زیادہ تر کون سی چیز لوگوں کے جنت میں داخلے کا سبب بنے گی؟ آپؐ نے فرمایا، "اللہ کا خوف (تقویٰ) اور بہترین اخلاق" پھر پوچھا گیا۔ کون سی چیز زیادہ تر جہنم میں لے جائے گی؟ فرمایا۔ "منہ اور شرمگاہ"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں میں سب سے کامل مومن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں" چنانچہ آپؐ نے اچھے اخلاق کے کمال ہی کو ایمان کے مکمل ہونے کی نشانی قرار دیا۔ اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ ایمان پورے کا پورا خدا خوفی اور تقوے سے عبارت ہے۔

تقویٰ کے اصول وفروع کی تفصیلات بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں، وہ تو پورا دین ہی ہیں، البتہ خیر اور نیکی کا سرچشمہ اور بنیاد یہ ہے کہ آدمی عبادت اور استعانت (فریاد اور مدد طلبی) صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص کردے، جیسا کہ یہ حکم کئی قرآنی آیات میں ارشاد ہوا ہے، مثال کے طور پہ، ایاك نعبد وایاك نستعین (الفاتحہ)

(ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہی مدد مانگتے ہیں)

فاعبدہ وتوکل علیہ (ھود: ۱۲۳) (پس تو اسی کی بندگی کر اور اسی پہ بھروسہ رکھ) فابتغوا عند اللہ الرزق، واعبدوہ، واشکروا لہ (العنکبوت: ۱۷) (اللہ سے رزق مانگو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو)

چنانچہ بندے کو مخلوق سے اپنا دل اس طرح پھیر لینا چاہیئے کہ ان سے نہ کسی فائدے کی امید رکھے اور نہ ان کی خاطر کوئی عمل کرے، بلکہ تمام تر توجہ اور رخ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہو، اپنی ہر مشکل، پریشانی، تنگدستی اور خطرات وغیرہ میں اسی کو پکارتا رہے اور اس کی پسندیدہ چیزوں کو سرانجام دیتا رہے۔ جس نے یہ کام کر لیا تو اس کے انجام کا کیا کہنا!

آپ نے پوچھا ہے کہ فرائض شرعیہ کی ادائیگی کے بعد سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ تو مختلف لوگوں نیز ان کی مصروفیات اور مشاغل کے لحاظ سے اس کا جواب مختلف ہے۔ اس لیے سب کے لیے ایک ہی لگا بندھا جواب اور عمل ناممکن ہے۔ لیکن جس چیز پر علمائے حق کا تقریباً" اتفاق سا ہے، وہ یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کا التزام وہ بہترین مشغلہ ہے جس میں بندہ اپنے آپ کو مصروف رکھے۔ صحیح مسلم میں روایت کردہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث اس کی اہمیت واضح کرتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مفردون

سبقت لے گئے " عرض کیا گیا: مفرّدون کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا " اللہ کا زیادہ ذکر کرنے والے مرد اور عورت "
حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " کیا میں تمہیں وہ عمل بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر اور تمہارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ تر ہے اور تمہارے درجات کو دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور راہ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں تمہارے لیے خیر ہے اور اس جہاد سے بھی زیادہ تمہارے لیے اس میں خیر ہے، جس میں تم اپنے دشمنوں اور خدا کے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارو اور وہ تمہیں ذبح کریں اور شہید کریں؟ صحابہؓ نے عرض کیا " ہاں یا رسول اللہ (ایسا قیمتی عمل ضرور بتایئے) آپؐ نے فرمایا۔ " وہ اللہ کا ذکر ہے "

(ابو داؤد۔ احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

قرآن مجید سے بے شمار دلائل اور ایمان واعتقاد کی بنیاد پر کیے گئے لاتعداد تجربات اس کی ٹھوس گواہی دیتے ہیں۔ اس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ بندہ معلم انسانیت اور امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم کے ماثور اذکار کی پابندی کرے، جیسے صبح وشام کے اذکار، سوتے وقت، بیدار ہونے پر اور فرض نمازوں کے بعد والے اذکار وغیرہ اسی طرح وہ اذکار اور دعائیں جو مختلف حالات اور مواقع کے لیے نقل ہوئے ہیں جیسے کھاتے پیتے، پہنتے یا گھر مسجد اور جائے ضرورت میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت، اسی طرح بارش ہونے اور بجلی چمکنے اور اس طرح کے دیگر مواقع پر مسنون دعاؤں کا اہتمام کیا جائے۔ اس سلسلے میں " شب وروز کے وظائف " کے عنوان کے تحت کتابیں موجود ہیں۔

پھر عمومی ذکر کا اہتمام بھی کیا جائے، اور اس میں سب سے بہتر " لا الہ الا اللہ " ہے۔ بعض صورتوں میں ذکر کا دوسرا حصہ " سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوت الا باللہ " اس سے افضل ہوتا ہے۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیئے کہ اللہ سے قریب کرنے والی ہر چیز جیسے علم سیکھنا سکھانا یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا، چاہے یہ چیز زبان سے الفاظ کی صورت میں ادا کی جائے یا قلب وذہن میں اس کا خیال پیدا ہو، وہ بھی اللہ کے ذکر میں شامل ہے۔ چنانچہ جو شخص ادائیگی فرائض کے بعد علم نافع کی تلاش میں لگ جائے یا کہیں بیٹھ کر ایسا علم فقہ سیکھے اور سکھائے جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے فقہ کا نام دیا ہے تو یہ بھی بہترین ذکر میں سے ہے۔ اس بنا پر اگر آپ غور کریں تو سب سے بہتر عمل کے سلسلے میں سلف کی باتوں میں آپ کو کوئی بڑا اختلاف نظر نہیں آئے گا۔

بندے کو اگر کسی معاملے کے متعلق اشتباہ ہو جائے تو اسے شرعی استخارہ کر لینا چاہیئے، اس لیے کہ

جو استخارہ کرے گا وہ کبھی نادم و پشیمان نہیں ہوگا۔ استخارہ اور دعا بکثرت کرنی چاہیئے، یہی چیز ہر بھلائی کی کنجی ہے، اس بارے میں اسے جلدی مچاتے ہوئے یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ "میں نے بہت دعائیں کیں مگر قبول نہیں ہوئیں" دعا کے سلسلے میں قبولیت کے اوقات پیش نظر رہنے چاہیئں، جیسے رات کا آخری حصہ، نماز کے بعد، اذان کے دوران اور بارش ہونے وقت وغیرہ۔

جہاں تک کسب حلال کے نفع بخش ذرائع و وسائل کا تعلق ہے تو وہ ہے، اللہ پر توکل، اس کے کافی اور رزق رساں ہونے پر پورا بھروسہ اور اس کے متعلق اچھا گمان، چنانچہ رزق تلاش کرنے والے کو چاہیئے کہ رزق کے معاملے میں اللہ کا سہارا تلاش کرے اور اس سے مانگے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں، اس لیے تم مجھ سے رزق مانگو میں تمھیں کھلاؤں گا۔ میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں۔ لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو، میں تمھیں پہناؤں گا۔" امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تمھیں اپنی تمام ضرورتیں اور مرادیں اللہ ہی سے مانگنی چاہیں، حتیٰ کہ اگر تمھاری جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے، تو وہ بھی اپنے رب ہی سے مانگو اس لیے کہ اگر وہ نہ دینا چاہے تو میسر نہیں آسکتا۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واسألوا اللہ من فضلہ (اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ مزید ارشاد ہے فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (الجمعہ: ۱۰) (پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو)۔ یہ آیت اگرچہ نماز جمعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے مگر اس کا اطلاق تمام نمازوں پر ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے آپ نے مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھنے کا حکم فرمایا: اللھم افتح لی ابواب رحمتک" اور نکلتے وقت یہ دعا پڑھنے کی تعلیم دی اللھم انی اسالک من فضلک۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا۔ "فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ (العنکبوت: ۱۷) (اللہ سے رزق مانگو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو) یہ امر (حکم) ہے اور امر واجب ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا اور رزق وغیرہ کے معاملے میں اسی کا دامن تھامنا بہت بڑا دینی اصول ہے۔

پھر چاہیے کہ مال کو پوری استغنائے نفس کے ساتھ لینا چاہیئے تاکہ اس میں برکت واقع ہو، حرص اور دل کی رغبت و شوق سے نہیں لینا چاہیے، بلکہ بندے کے ہاں مال کی حیثیت "جائے ضرورت" کی سی ہو، کہ اس کی ضرورت تو ہے مگر دل میں اس کی کوئی جگہ نہیں، اور مال و دولت کے لیے دوڑ دھوپ صرف اتنی اور اس حد تک ہونی چاہیے جیسی "قضائے حاجت" کے لیے ہوتی ہے۔ ترمذی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس پر اس حال میں صبح آئی کہ دنیا کا حصول ہی اس کا بڑا مطمع نظر تھا تو اللہ اس کے معاملات کو پراگندہ کر دے گا اور اس کے وسائل رزق کو منتشر کر دے گا اور دنیا میں سے اسے صرف اتنا ہی حصہ ملے گا جو اس کی قسمت میں لکھا ہے۔ مگر جس پر صبح اس حال میں آئی کہ آخرت ہی اس کا سب سے بڑا مطمع نظر تھا تو اللہ اس کے معاملات کو سنوار دے گا، اس کے دل میں استغناء اور بے نیازی پیدا کرے گا اور دنیا مجبور و رسوا ہو کر اس کے قدموں میں آکر گرے گی۔"

ایک بزرگ کا قول ہے کہ تمہیں دنیا میں سے حصہ پانے کی ضرورت تو ہے مگر آخرت میں سے حصہ پانے کی تمہیں اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے۔ لہٰذا اگر تم نے آخرت کے حصے سے آغاز کیا تو دنیا کا حصہ تمہیں خود بخود ملکر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون، ما ارید منہم من رزق وما ارید ان یطعمون، ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین (الداریات ۵۶-۵۸)" (میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں، میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تو خود ہی رزاق ہے، بڑی قوت والا، اور زبردست)

جہاں تک صنعت و حرفت، تجارت و زراعت یا عمارت سازی اور رزق کے اس طرح کے دیگر وسائل و ذرائع میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت دینے کا تعلق ہے تو اس کا دارومدار ہر آدمی کے اپنے طبعی میلان پر ہے۔ اس بارے میں کوئی لگا بندھا اصول و قاعدہ میرے علم میں نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے کسی پیشہ کو اختیار کرنا چاہے تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے استخارہ پر عمل کرنا چاہیئے، اس میں ناقابل بیان حد تک برکت ہے۔ اس کے بعد جو چیز اسے میسر آجائے اسے چھوڑ کر خواہ مخواہ بلاضرورت کسی اور پیشہ میں ٹانگ نہ اڑائے، الا یہ کہ اس میں کوئی شرعی قباحت ہو۔

جہاں تک علم کے حصول کے سلسلے میں قابل اعتماد کتابوں کا تعلق ہے تو یہ نہایت وسیع میدان ہے، اور اس کا دارومدار بھی کسی حد تک ان ممالک و علاقہ جات پر ہے جہاں انسان پروان چڑھا ہے؛ اس لیے کہ بعض ممالک میں علوم و فنون اور اس کے مسالک و مکتب فکر کی ایسی چیزیں میسر ہوتی ہیں جو دوسرے ممالک میں میسر نہیں ہوتیں لیکن خیر اور نیکی کی بنیاد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول علم کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے، اس لیے کہ یہی وہ علم ہے جو علم کہلائے جانے کا سزاوار ہے، اس کے علاوہ جو چیزیں ہیں وہ اگر علم ہیں تو نافع نہیں یا سرے سے علم میں شامل ہی نہیں، چاہے زبردستی ان کا نام علم لکھدیا گیا ہو اور اگر بالفرض وہ علم نافع ہیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثہ میں ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس جیسی۔

یا اس سے بہتر ہونے کی وجہ سے ان سے مستغنی کر دینے والی ہیں۔ انسان کو اپنا ہدف و مقصود یہ بنانا چاہیئے کہ حضور کے کے اوامر و نواہی اور آپ کے کلام کے مقاصد اور حکمتوں کو سمجھا جائے۔ چنانچہ اگر اس کا دل اس بات پر مطمئن ہو جائے کہ کسی بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مطلب اور غرض تھی تو اللہ کے ساتھ اور بندوں کے ساتھ تعلق کے سلسلے میں حتی الوسع اسے چھوڑ کر کسی اور بات پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔

بندے کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس کے پاس علم کے تمام ابواب کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول بنیاد (حدیث وسنت) موجود ہو۔ اگر لوگوں کے اختلاف کی وجہ سے کسی معاملے میں اسے شرح صدر حاصل نہ ہو تو صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضؓ کی روایت میں سکھائی گئی دعا کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھا کرتے تو فرماتے: "اللھم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل، فاطر السماوات والارض عالم الغیب والشھادۃ، انت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون، اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک، انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی حدیث قدسی میں فرمایا ہے۔ "میرے بندو! تم سب گم کردہ راہ ہو، مگر جسے میں ہدایت دوں، مجھ ہی سے رہنمائی طلب کرو میں تمہیں راہ دکھاؤں گا۔"

زیر مطالعہ لانے کے لیے کتابوں اور مصنفین کے متعلق حسب توفیق ایزدی درس و تدریس کے دوران عرض کیا جاتا رہا ہے۔ ابواب کے مطابق تالیف کی گئی کتابوں میں صحیح بخاری سے زیادہ کوئی اور مفید کتاب نہیں، لیکن اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ علم کی تمام بنیادیں اسی میں اکٹھی ہیں۔ علم کے مختلف ابواب اور فروع میں تبحر کی خواہش رکھنے والا شخص اپنا پورا مقصد صرف اسی ایک کتاب پر انحصار کر کے حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ دیگر احادیث اور ان معاملات کے بارے میں اہل علم وفقہ کے اقوال و آراء کا جاننا بھی ضروری ہے جن کا علم انہی حضرات کے ساتھ مخصوص ہے۔ امت مسلمہ نے الحمد للہ علم کی تمام اقسام اور فروع کا احاطہ کیا ہے، چنانچہ جس کے دل کو اللہ نے منور کیا ہے اسے ان علوم وفنون سے نفع پہنچایا ہے، اور جس کو اس نور بصیرت سے محروم رکھا ہے تو کتب کی بہتات اس کی سرگرد اور گمراہی میں اضافہ ہی کرے گی، جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو لبید انصاری سے فرمایا تھا۔ "کیا یہود و نصاریٰ کے پاس توریت و انجیل موجود نہیں؟ انہوں نے انہیں کیا فائدہ پہنچایا ہے؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہدایت اور سیدھی راہ سے نوازے، رشد کی راہ سجھائے اور نفس کے شر سے محفوظ رکھے، اور ہدایت عطا فرما دینے کے بعد دلوں میں ٹیڑھ نہ پیدا کرے اور ہمیں اپنی خاص رحمت عطا فرمائے وہی عطا فرمانے والا ہے، والحمد للہ رب العالمین وصلوٰتہ علی اشرف المسلمین۔"

(فتاویٰ ابن تیمیہؒ جلد: ۱۰، ص ۶۵۳-۶۶۵)

حافظ محمد سعید احمد ایم ۔ اے
اسلامیات ۔ ایم ۔ فل (لاہور کینٹ)

اسلامی سیاسیات میں الماوردیؒ کا مقام

ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری ثم البغدادی ۳۶۴ھ / ۹۷۴ء میں عراق کے شہر بصرہ میں پیدا ہوئے[1] بصرہ میں انہوں نے شیخ ابوالقاسم البصری سے تفسیر ۔ فقہ اور اصولِ فقہ کا درس لیا ۔ پھر آپ بغداد منتقل ہو گئے جہاں شیخ ابو حامد الاسفرائینی سے علوم متداولہ کی تکمیل کی[2]

الماوردی مختلف شہروں میں قاضی کے منصب پر فائز ہوتے رہے اور بالآخر بغداد کے قاضی مقرر ہوئے اور وفات تک اسی شہر میں مقیم رہے ۔

تاریخ اسلام میں الماوردی کو یہ شرف اوّلیت حاصل ہے کہ انہیں سب سے پہلے "اقضی القضاۃ" کا خطاب دیا گیا ۔ عدلیہ میں قبل ازیں اعلیٰ ترین عہدہ قاضی القضاۃ کا ہوتا تھا ۔ مگر خلیفہ القادر باللہ عباسی نے ان کے علم و فضل اور فقہی علوم میں تجربہ کے پیشِ نظر انہیں اقضی القضاۃ کا عہدہ عطا کیا ۔[3]

الماوردی نے تفسیر، فقہ، اصول فقہ، عقائد، سیاست اور ادب میں کمال پیدا کیا اور ہر فن پر ان کی کتابیں موجود ہیں ۔ مثلاً ۔

(۱) کتاب الحاوی الکبیر فی فقہ الشافعیہ (۲) ادب الدنیا والدین (۳) الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیۃ (۴) قوانین الوزارۃ (۵) سیاسۃ الملک (۶) کتاب العیون والنکت (۷) نصیحۃ الملوک (۸) تسہیل النظر و تعجیل الظفر فی سیاسۃ الحکومات (۹) اعلام النبوۃ (۱۰) معرفۃ الفضائل (۱۱) الامثال والحکم (۱۲) کتاب الاقناع (۱۳) تفسیر قرآن الحکیم[4]

الماوردی نے اگرچہ مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھی ہیں لیکن سیاسیات میں ان کی کتاب "الاحکام

---

[1] ابن خلکان، وفیات الاعیان، مطبوعہ قاہرہ، ج ۱، ص ۱۴۱ ۔
[2] یاقوت الحموی، معجم الادباء، مطبوعہ قاہرہ، ج ۵، ص ۴۰۷
[3] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۔ دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۷ / ۱۵م ۔
[4] الزرکلی، خیر الدین ۔ الاعلام ۔ ۵ / ۱۴۶

السلطانیہ" کو جو شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی وہ ان کی دوسری کتابوں کو حاصل نہ ہو سکی۔ یہ کتاب اب بھی اسلامی دستور کے اہم ترین ماٰخذ کی حیثیت رکھتی ہے اور نظم مملکت اور اسلامی سیاست کے اولین نقوش کی عکاسی کرتی ہے۔

قمرالدین اپنے مقالہ AL-Mawardi's Theory of the state. میں لکھتے ہیں

AL-Mawardi's main political thought is embodied in his "AL-Ahkam-ul-sultaniyah" only a smal political of work is however devoted to political theory, the rest of it discusses the details of public administration and rules of Government. But this ramall portion is extremery important because it is the first atlempt in Islamic history at evolving a comprehensive theory of the state and because it has left an enduring influence on the course of Muslim political thought uptil our ounday. ۱؎

الماوردی نے اس کتاب میں اسلامی نظریہ سیاست وحکومت پر بہت تھوڑی بحث کی ہے اور زیادہ تر اصولِ حکومت ونظم ونسق کے بارے میں لکھا ہے، مگر اس کے باوجود اسلام کی تاریخ میں نظریۂ سیاست پر یہ سب سے پہلی کوشش ہے۔

الاحکام السلطانیہ "الاحکام السلطانیہ" احکام اور سلطانیہ سے مرکب ہے "احکام" "حکم" کی جمع ہے جس کے لغوی معنیٰ ہیں "روکنا"، "منع کرنا" عام استعمال میں

۱؎ Qamar-ud-Din Khan, AL-Mawardi's theory of the state, Iqbal, Vol:-3, P No:-3. Bazam Iqbal, Lahore. 19....

اس کے معنی "فیصلہ"، قانون، ضابطہ، امر، اور آئین کے ہو جاتے ہیں [1] (حکومت اور تحکیم اسی کے مشتقات ہیں) فقہ اسلامی میں "حکم" کا اطلاق "اوامر و نواہی" اور ضوابط پر ہوتا ہے دوسرا مصدر "سلطانیہ" "سلط" سے مشتق ہے "سلطان" کے معنی "غلبہ و اقتدار" کے آئے ہیں۔ چنانچہ الاحکام السلطانیہ سے مراد وہ قوانین ہیں جن کو اقتدار اعلیٰ کی تائید حاصل ہو۔

فقہا اور اصولیین نے اس اصطلاح کو اسلامی معاشرت کے "سیاسی انتظامات" کے تینوں پہلوؤں مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ کے لیے استعمال کیا ہے درحقیقت اس وقت تک ان کی واضح حدبندی اور تعریف کا تصور موجود نہ تھا۔

اسی لیے ایسے مسائل مثلاً اقتدار اعلیٰ کس کو حاصل ہے؟ ریاست کس کو کہتے ہیں؟ اور جنہیں آج اساسی سمجھا جاتا ہے ان کے دائرہ بحث میں نہیں آتے۔

الاحکام السلطانیہ کے اہم مباحث

الاحکام السلطانیہ بیس ابواب میں منقسم ہے جن میں سیاسیات کے ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے الماوردی کتاب و مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ۔

"والذی تضمنہ ھذا الکتاب من الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیۃ، عشرون بابا۔"

اس کتاب میں جو آئین حکمرانی اور ہدایات دینی بیان کیے گئے ہیں انہیں بیس ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اس کتاب میں جو آئین حکمرانی اور ہدایات دینی بیان کیے گئے ہیں، انہیں بیس ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عقد الامامۃ۔ امام کس طرح مقرر ہوتا ہے۔ ۲۔ تقلید الوزارۃ تقرر وزراء سے متعلق۔
۳۔ تقلید الامارۃ علی البلاد۔ ملکی عمال کے تقرر کے متعلق۔
۴۔ تقلید الامارۃ علی الجھاد۔ فوجی سپہ سالاروں کے تقرر کے متعلق۔
۵۔ والولایۃ علی حروب المصالح۔ کوتوالی سے متعلق۔

---

[1] LANE, ARAHIC ENGLISH LEXICON VOL. I BOOK I P616 (WILLIANS B NOOGALE 1863)

۶- ولایۃ القضاء - عدالت ۷- ولایۃ المظالم - فوجداری
۸- ولایۃ النقابۃ علی ذوی الاسباب - نقیب انساب
۹- والولایۃ علی امامت الصلوات - نمازوں کی امامت۔
۱۰- ولایۃ علی الحج - امیر حج - ۱۱- ولایۃ علی الصدقات - حاکم صدقات۔
۱۲- قسم الفئ والغنیمۃ : فئ اور مال غنیمت کی تقسیم۔
۱۳- وضع الجزیۃ والخراج : جزیہ اور خراج۔
۱۴- وفیما تختلف احکامہ من البلاد : مختلف علاقوں کے احکام۔
۱۵- احیاء الموات واستخراج المیاۃ : افتادہ اراضی کو آباد کرنے اور پانی کی بہم رسانی کے بیان ہیں
۱۶- الحمیٰ والارفاق - چراگاہ اور پڑاؤ کے بیان ہیں۔
۱۷- واحکام الاقطاع - جاگیرات کے احکام۔
۱۸- وضع الدایوان وذکر احکامہ : دفاتر اور ان کے احکام۔
۱۹- احکام الجرائم : قوانین جرائم۔
۲۰- احکام الحسبۃ [۱] : احکام احتساب کے بیان ہیں۔

الماوردی نے جو مندرجہ بالا ابواب کی تفصیل بیان کی ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے حکومت اور ریاست کے تمام شعبوں کا احاطہ کیا ہے۔ جو اس وقت متداول تھے۔ ان نظریات سیاست کو بھی بیان کیا ہے۔ جو اس وقت رائج تھے۔

الماوردی کے دو معاصرین ابو یعلی الفراء (م ۴۵۸ھ) اور عبدالقادر بغدادی (م ۴۲۹ھ) نے بھی اس موضوع پر کتابیں لکھیں۔ مگر جو شہرت وقبولیت ابوالحسن الماوردی کی احکام السلطانیہ کو حاصل ہوئی وہ ان کے معاصرین کی کتابوں کو حاصل نہ ہو سکی۔ ابو یعلی الفراء کی کتاب کا نام بھی "الاحکام السلطانیہ" ہے۔ مگر بقول کرد علی۔ ابوالحسن الماوردی کے ہاں علمی تدبر کے ساتھ ساتھ وسیع تجربہ بھی نظر آتا ہے جب کہ ابو یعلی کے ہاں فقط نظریاتی بحث موجود ہے عملی تجزیہ نظر نہیں آتا۔ [۲]

الماوردی نظریاتی بحث کے ساتھ ساتھ سیاست وحکومت کے عملی میدان سے بھی کماحقہ آگاہ تھا۔

---

[۱] الماوردی، احکام السلطانیہ، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر ۱۹۶۶ء مقدمہ ص ۲
[۲] کرد علی، کنوز الاجداد صفحہ ۲۰۴

لیکن ابو یعلیٰ درسگاہ کی حدود سے باہر بھی نہ نکل سکا۔ عبدالقادر البغدادی کی کتاب کا نام "اصول الدین" ہے لیکن اس کا مواد اور اسلوب استدلال الماوردی کی احکام السلطانیہ سے ملتا جلتا ہے [1]

الاحکام السلطانیہ کی خوبیاں اور خامیاں

(۱) ماخذ و مصادر، طرز استدلال۔

الماوردی کی احکام السلطانیہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ۔ اس کا طرز استدلال اسلامی ہے۔ وہ قرآن اور حدیث کو سرچشمہ ہدایت سمجھتا ہے۔ اپنے خیالات کی توضیح و تائید کے لیے حتی الامکان قرآن مجید سے استفادہ کرتا ہے۔ احکام السلطانیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اس کے ماخذ و مصادر یہ ہیں۔

۱۔ قرآن مجید۔ ۲۔ احادیث مبارکہ۔ ۳۔ اقوال صحابہ کرام رضؓ۔ ۴۔ تابعین کے اقوال۔ ۵۔ نامور مسلم فرمانرواؤں کے اقوال۔ ۶۔ قدیم شعراء کے شعروں سے استدلال۔

(۱) پہلے باب میں، حکام کی اطاعت اور امامت کے تقرر کے لیے یہ آیت کریمہ پیش کی ہے [2]

(i) یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔

(ii) اس امر کی وضاحت کے لیے کہ فرماں رواکو عیش وآرام کی زندگی سے احتراز کرنا چاہیئے وہ ان آیات کو پیش کرتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو تفویض خلافت کے وقت ہدایات دی تھیں۔ [3]

یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ۔

(iii) اسی طرح وزارت کے جواز کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتا ہے [4]

واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری (طٰہٰ)

۲۔ الماوردی نے احادیث نبویہ سے بھی استدلال کیا ہے۔

دکتور محمد عبد القادر یوسف ابوفارس کے بقول تعداد الاحادیث فی کتاب الماوردی مایۃ واربعۃ وعشرین حدیثا" [5]

---

[1] قمر الدین خان، الماوردی کا نظریۂ سیاست، اقبال سہ ماہی، بزم اقبال لاہور، ج ۳ شمارہ ۳ ۱۹۵۵ء

[2] الماوردی ص۵ — [3] الماوردی ص۱۴

[4] الماوردی ص۲۲ — [5] ابوفارس، محمد عبدالقادر یوسف، قاضی ابو یعلیٰ الفراء وکتابہ الاحکام السلطانیہ اردن، ۱۹۸۱ ص۵۰۶

(i) مثلاً کتاب کے آغاز ہی میں اطاعت امیر کے بارے میں یہ حدیث نقل کی ہے [1]

تسیلیکم بعدی ولاۃ فیلیکم البرّ ببرۃ ویلیکم الفاجر بفجورہ فاسمعو لھم واطیعوا فی کل ما وافق الحق۔ فإن احسنوا فلکم ولھم وإن أساءُو فلکم وعلیھم۔

(ii) اسی طرح امام کی شرائط میں مندرجہ ذیل احادیث بیان کی ہیں [2]

(۱) الائمۃ من القریش۔

(۲) قدموا قریشاً ولا تقدموھا۔

۳۔ الماوردی نے صحابہ کرام کے اقوال و افعال سے بھی استدلال کیا ہے۔

(i) مثلاً۔ وجوب زکوٰۃ کا انکار کرتے ہوئے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف اعلان قتال کی صحابہ کرام رض کی مثال پیش کی ہے۔ [3]

(ii) جنگ جمل میں جب جیشِ عائشہ کو شکست کھا کر میدان چھوڑنا پڑا تو حضرت علی رض نے ان کا تعاقب کرنے اور ان کے مال پر قبضہ کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ وہ لوگ مسلمان تھے۔ اس واقعہ سے ماوردی نے یہ اصول مرتب کیا کہ متحاربین مسلمان ہوں تو غالب کے لیے مغلوب کا تعاقب کرنا اور ان کے مال کو مال غنیمت قرار دینا جائز نہیں ہے۔ [4]

فقیہانہ انداز ابوالحسن الماوردی نے اپنے عہد تک کے تمام مکاتب فکر کے نظریات سے استفادہ کیا تھا۔ چونکہ فلسفی کی بجائے ایک فقیہہ تھا اس لیے اس کا نظریہ سیاست فلسفیانہ ہونے کی بجائے فقیہانہ ہے۔ تاہم وہ متقدمین و معاصرین کے خیالات و آراء کی جمع و ترتیب پر بھی اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ مستقل آزادانہ رائے رکھتا ہے۔ اور اس کے ہاں اصابت رائے موجود ہے۔

اس کے فقیہانہ انداز کی خوبیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

(i) قرآن وسنت سے استدلال۔ (ii) مذاہب اربعہ کی آراء

(iii) مسلک شافعی کی ترجیح ثابت کرنا۔ (iv) اپنی رائے۔

مثلاً: الاحکام السلطانیہ کے چھٹے باب میں قاضی کے اوصاف و شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتا

---

[1] الماوردی ص ۵۔ [2] الماوردی، ص ۶۔

[3] الماوردی ص ۵۷ [4] الماوردی ص ۶۰۔

ہے کہ عورتیں قاضی نہیں ہوسکتیں احناف کے نزدیک عورتیں بھی عہدہ قضاء پر فائز ہو سکتی ہیں۔ چونکہ ماوردی شافعی مذاہب کا نہ صرف پیرو ہے بلکہ اس کا مسلم الثبوت فقیہہ بھی ہے اس لیے اس نے امام شافعی کے مسلک کے مطابق عورتوں کو قاضی بننے کے حق سے محروم قرار دیا ہے البتہ اپنے دلائل کے ساتھ ساتھ دیگر مسالک کے دلائل بھی بیان کرتا ہے۔ [1]

(۱۱) حد سرقہ کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فقہا کی آراء بیان کرتے ہیں۔

اذا قطع السارق والمال باق رد علی مالکه، فان عاد السارق بعد قطعه فسرق ثانية بعد إحرازه قطع، وقال ابوحنيفه لا يقطع فی مال مرتين وإذا استهلك السارق ما سرقه قطع وأغرم، وقال ابوحنيفه إن قطع لم يغرم وإن أغرم لم يقطع [2]

(ر) اگر چور کا ہاتھ قطع کر دیا جائے اور مال موجود ہو تو مالک کو واپس کر دیا جائے قطع کے بعد اس مال کو محفوظ جگہ سے چرا لے تو پھر قطع کیا جائے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ایک مال پر دو مرتبہ قطع نہ کیا جائے اگر چرانے کے بعد مال کو ہلاک کر دے تو قطع بھی کیا جائے اور تاوان بھی لیا جائے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قطع ہو تو تاوان نہیں اور تاوان ہیں تو قطع نہیں۔

۳۔ عقلی استدلال

الماوردی فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ فلسفی بھی ہے۔ احکام شریعت کے اثبات کے لیے نقلی دلائل کے علاوہ عقلی دلائل بھی پیش کرتا ہے الاحکام السلطانیہ سے اس کی بے شمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں یہاں ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ باب اوّل "فی عقد الامامة" میں امامت اور خلافت کی ضرورت و اہمیت، قرآن و سنت سے بیان کرنے کے بعد یہ بیان کرتا ہے کہ عقلاً بھی امامت و خلافت اور امیر کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے لکھتا ہے۔

واختلف فی وجوبها هل وجبت بالعقل أو بالشرع فقالت طائفة وجبت بالعقل۔ لما فی طباع العقلاء من التسليم لذعيم يمنعهم من التظالم۔ ويفصل بينهم فی التنازع والتخاصم، ولولا الولاة لكانوا فوضى مهملين وهمجا مضامين [3]۔

ترجمہ: امام مقرر کیا جانا واجب ہے اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا اس مسئلہ کا وجوب از روئے

---

[1] الماوردی ص ۶۵ [2] الماوردی ص ۲۲۸ [3] الماوردی ص ۵۔

عقل ثابت ہے یا ازروئے شرع بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ یہ ازروئے عقل واجب ہے
کیونکہ تمام ارباب خرد فطری طور پر اپنے معاملات ایسے رہبر کے سپرد کردینا چاہتے ہیں جو انہیں
ایک دوسرے پر ظلم کرنے سے روکے تخاصمت باہمی میں ان کے درمیان فیصلہ کرے
اگر ذی اقتدار افراد نہ ہوں تو عالم میں شخصی اقتدار پھیل جائے اور تہذیب وا جتماع کا
شیرازہ بکھر جائے۔

۴۔ لغوی بحث

الاحکام السلطانیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ الماوردی نے بعض جگہ لغوی بحثیں کیں ہیں مثلاً دوسرے باب فی تقلید الوزارۃ میں لفظ وزیر کے لغوی معنی اور اس کے اشتقاق سے بھی بحث کی ہے، لکھتا ہے۔

اسم الوزارة مختلف فی اشتقاقه علی ثلاثة اوجه، أحدها أنه ماخوذ
من الوزر وهو الثقل لانه يحمل عن الملك اثقاله، الثانی أنه
ماخوذ من الوزر وهو الملجا ومنه قوله تعالی (كَلَّا لَا وَزَرَ) ای
لا ملجاء فسمی بذلك لأن الملك يلجاء الی رأيه ومعونته، والثالث
أنه مأخوذ من الازر، وهو الظهر، لان الملك يقوی بوزيره،
كقوة البدن بالظهر ولأی هذه المعانی كان مشتقا فليس فی واحد
منها ما يوجب الاستبداد بالامور [1]

لفظ وزارت کے اشتقاق میں تین اختلاف ہیں ایک یہ کہ لفظ "وزر" "بوجھ" سے ماخوذ
ہے کیونکہ وزیر اپنے بادشاہ کے بوجھ کو اٹھاتا ہے، دوسرے یہ کہ وزر "ملجا و ماوی" سے
ماخوذ ہے جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے (کلا لا وزر) اور چونکہ بادشاہ اپنے وزیر کی رائے
اور اعانت میں پناہ لیتا ہے اسی لیے اسے وزیر کہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ "ازر" سے ماخوذ
ہے جس کے معنی پشت کے ہیں اور جس طرح کہ انسان کا جسم اس کی پشت سے قوی اور مضبوط
ہوتا ہے اسی طرح بادشاہ اپنے وزیر کی وجہ سے قوی اور مضبوط ہوتا ہے ان تینوں ماخذوں
میں سے جس کسی سے اس لفظ کو ماخوذ سمجھا جائے گا اس سے امور سلطنت میں اختیار کلی
ہونے کا مفہوم مستنبط نہیں ہوتا۔

---

[1] الماوردی صفحہ ۲۔

۵۔ تاریخی حقائق سے استدلال

یہ کہنا درست نہیں کہ الماوردی کے تمام دلائل خالص اسلامی ہیں۔ اس نے کبھی کبھی ہم عصر سیاسیات پر بھی اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھی ہے اور غیر مسلموں کے تاریخی حقائق سے بھی نظیریں پیش کی ہیں۔ قضا کی اہمیت کا اظہار قدیم عربوں کے دستور و رواج سے نیز ساسانی حکومت کے واقعات سے کیا گیا ہے [1]

اور بعض الفاظ کی وجہ تسمیہ کے متعلق بھی قدیم آراء سے استفادہ کیا ہے مثلاً۔ الماوردی۔ سرکاری محکموں کو "دیوان" کے نام سے موسوم کرتا ہے اس لفظ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں جو لکھا ہے وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے لکھتا ہے۔

وفی تسمیۃ دیواناً وجھان۔ احدھما ان کسری، اطلع ذات یوم علی کتاب دیوانہ فراھم یحسبون مع انفسھم فقال دیوانہ أی مجانین فسمی موضعھم بھذا الاسم ثم حذفت الھا عند کثرت الاستعمال تخفیفاً لاسم فقیل دیوان، والثانی أن الدیوان بالفارسیۃ اسم الشیاطین، فسمی الکتاب باسمھم لحذقھم بالامور وقوتھم علی الجلی والخفی وجمعھم لما شذ و تفرق۔ ثم سمی مکان جلوسھم باسمھم فقیل دیوان [2]

الاحکام السلطانیہ کا دیگر کتب سے موازنہ

مسلمانوں کا نظم مملکت، تاریخ کا ایک نہایت اہم موضوع ہے اس موضوع پر متقدمین اور متاخرین نے کتب لکھی ہیں، جن میں قرآن و حدیث سے امامت، خلافت، وزارت کی تعریفات ان کی شروط اور دیگر امور پر بحث کی ہے متقدمین میں جن لوگوں نے لکھا ان کی یہ کتابیں معروف ہوئیں۔ مثلاً۔

(۱) آداب السیاسۃ لفخر الدین بن الاثیر (۲) کتاب الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ محمد بن علی بن طباطبا الطقطقی (۳) کتاب الخراج، قاضی ابو یوسف۔
(۴) کتاب الخراج، یحیی بن آدم (۵) کتاب الاموال، امام ابو عبید القاسم بن سلام۔
(۶) الاحکام السلطانیہ، ابی یعلی ابن الفراء۔

---

[1] رشید احمد، پروفیسر، مسلمانوں کے سیاسی افکار، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۰ ص ۲۷

[2] الماوردی ص ۱۹۹

(۷) الاحکام السلطانیہ۔ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی۔

متقدمین کی ان کتب سے اخذ و استفادہ کرکے متاخرین نے نظم مملکت پر کتابیں لکھیں۔ جن میں مندرجہ ذیل زیادہ مشہور ہوئیں اور عصر حاضر میں اسلامی سیاست کے موضوع پر بنیادی مصادر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(۱) نظام الدولۃ الاسلامیہ فی الشوؤن الدستوریہ والخارجیہ والمالیہ۔ شیخ عبدالوہاب خلاف۔

(۲) النظم الاسلامیہ۔ الدکتور حسن ابراہیم حسن وعلی ابراہیم حسن۔

(۳) النظم الاسلامیہ نشاتھا و تطورھا۔ الدکتور صبحی الصالح۔

اردو زبان میں جو کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ان میں۔

(۱) اسلام کا نظام حکومت۔ مولانا حامد الانصاری (۲) اسلامی ریاست۔ مولانا ابوالاعلی مودودی رح

(۳) اسلامی سیاست۔ مولانا گوہر الرحمن۔

زیادہ مشہور ہیں۔ ان میں بھی نظام حکومت اور اُن کے اداروں کے بارے میں مکمل تفصیل بیان ہوتی ہے لیکن نظم مملکت کے بارے میں اوّلین کتب جو لکھی گئیں وہ پانچویں صدی ہجری میں دو حضرات نے لکھی۔ جو ایک ہی نام سے موسوم ہوئیں اور بعض میں انہی کتابوں سے تلخیص اور اخذ و استفادہ کیا گیا۔ حتیٰ کہ اسلوب و ترتیب بھی اِن کے مطابق رکھی گئی۔ یہ دو کتابیں۔ ابی یعلی کی الاحکام السلطانیہ اور الماوردی کی الاحکام السلطانیہ ہے۔ کیونکہ یہ دونوں کتابیں ایک ہی نام سے موسوم ہیں۔ اور ان کے مواد میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے لہٰذا یہاں انہی دو کتابوں کے مابین موازنہ کیا جاتا ہے۔

(۱) دونوں کتابوں کا نام ایک جیسا ہے۔ یعنی الاحکام السلطانیہ اور تقریباً زمانہ تالیف بھی ایک ہے

(۲) مواد کی ترتیب میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے شاید ایک مصنف نے دوسرے کے افکار اور کتب سے استفادہ کیا ہے۔

(۳) موضوعات کے ساتھ ساتھ تعریفات کی عبارت میں بھی یکسانیت پائی جاتی ہے مثلاً۔

الماوردی نے جو عبارت "وزارۃ التنفیذ" [1] کے بارے میں لکھی ہے وہی عبارت اور انہی الفاظ میں "ابویعلی" نے اپنی کتاب میں اسی عنوان کے تحت بیان کی ہے۔ [2] اس لیے محققین کو یہ شبہ ہوا ہے کہ ان میں سے کونسی کتاب دوسری کتاب سے اخذ کی گئی ہے۔

---

[1] الماوردی، الاحکام السلطانیہ ص ۲۵

[2] ابویعلی الفراء، الاحکام السلطانیہ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر طبع ثانی ۱۹۶۶ ص ۳۱

علامہ مصطفیٰ المراغی کا خیال ہے کہ الماوردی نے ابو یعلیٰ کی کتاب سے استفادہ کیا ہے جب کہ دکتور صبحی الصالح نے دلائل سے اس بات کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ابو یعلیٰ کی کتاب، الماوردی کی کتاب کی تلخیص ہے اور الدکتور محمد عبدالقادر یوسف ابو فارس جنہوں نے ابو یعلیٰ کتابہ الاحکام السلطانیہ کے عنوان کے تحت پی۔ ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا ہے ان کی رائے بھی یہی ہے کہ الماوردی کی کتاب اصل ہے اور ابو یعلیٰ نے اس سے استفادہ کیا ہے [1]

(۴) الماوردی اور ابو یعلیٰ کی کتب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ الماوردی نے اپنی کتاب میں بکثرت آیات، احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال کیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ امراء خلفاء کے اقوال بھی پیش کیے ہیں جب کہ ابو یعلیٰ نے آیات اور حدیث بیان تو کہیں ہیں مگر بہت کم بیان ہوئی ہیں۔ بقول ڈاکٹر ابو فارس۔

> یکفی أن نعلم ان کتاب الماوردی تضمن عدداً من احادیث الاحکام التی استدل لها ابو یعلی بن الفراء فی کتابه، وزاد علیها اربعین حدیثاً من احادیث الاحکام فقد بلغت الاحادیث الموجودة فی کتاب الفراء أربعة وثمانین حدیثاً۔ بینما بلغ تعداد الاحادیث فی کتاب الماوردی، مأیة واربعة وعشرین حدیثاً" [2]

(۵) الماوردی نے "الاحکام السلطانیہ" میں تقابلی انداز اختیار کیا ہے وہ باوجود شافعی المذہب ہونے کے حنفی، مالکی، حنبلی آراء بھی بیان کرتے ہیں، جب کہ قاضی ابو یعلیٰ فقط امام احمد بن حنبل کی آراء کو ہی بیان کرتے ہیں۔

(۶) الماوردی جہاں کتاب وسنت، اقوال وآثار صحابہ وتابعین اور امراء خلفاء کی آراء بیان کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ وہ شاعری کے ذریعے بھی بات کو واضح کرتا ہے اور اپنے مدعا کو بیان کرتا ہے۔ الاحکام السلطانیہ میں کئی ایک مقامات پر اس نے اشعار سے اپنی بات سمجھائی ہے مثلاً۔

امیر مملکت کی اہمیت اس شعر سے اجاگر کی ہے۔

---

[1] ابو فارس۔ محمد عبدالقادر یوسف۔ القاضی ابو یعلیٰ الفراء وکتابہ الاحکام السلطانیہ مطبع اردن، ۱۹۸۱، ص ۵۰۶۔

[2] ڈاکٹر ابو فارس، عبدالقادر، قاضی ابو یعلیٰ وکتابہ الاحکام السلطانیہ ص ۵۰۶۔

لا یصلح الناس فوضی لا سراۃ لہم
ولا سراۃ إذا جہالہم سادوا[1]

"جب لوگوں پر ذی اقتدار لوگ نہ رہیں تو انہیں اقتدار شخصی کبھی مفید نہیں ہوتا اسی طرح جب جاہل سردار بن جائیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان میں ارباب اقتدار ہی نہیں ہیں۔"

خلیفہ کے اوصاف بیان کرنے کے بعد ایک شعر میں تمام اوصاف کا احاطہ کر دیا ہے۔

من کان حارس دنیا إنہ ضمن — أن لا ینام وکل الناس نیام
وکیف ترقد عینا من تضیفہ — ہمان من أمرہ حل وابرام[2]

"جو دنیا کا نگہبان ہو اسے سزاوار ہے کہ خود نہ سوئے چاہے تمام عالم سوتا ہو، اور بھلا ایسے شخص کو کیونکر نیند آ سکتی ہے، جس کا دماغ ہر وقت انتظام سلطنت کی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے۔ الماوردی کے برعکس ابو یعلی کی کتاب میں بمشکل ایک شعر بھی نہیں ہے۔

(۷) الغرض الماوردی کی کتاب اسلامی سیاست و نظم ریاست پر بنیادی مصادر کی حیثیت رکھتی ہے۔ بعد میں اس موضوع پر جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں اس کتاب سے استفادہ کیا گیا۔ اور مصنفین نے اس سے اپنے دلائل کے حق میں اقتباسات نقل کیے۔ واللہ اعلم۔

فہرس المصادر والمراجع

۱۔ القرآن الکریم۔ ۲۔ ابن خلکان، وفیات الأعیان۔ مکتبۃ أمیریہ بمصر ۱۲۹۹ھ۔ ۳۔ ابو یعلی، الأحکام السلطانیہ، مصطفی البابی الحلبی بمصر، ۱۹۷۷م۔

۴۔ ابو فارس، محمد عبد القادر یوسف، قاضی ابو یعلی الفراء وکتابہ الاحکام السلطانیہ مطبوعہ اردن ۱۹۸۱ء

۵۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۶۷ء

۶۔ رشید احمد، پروفیسر، مسلمانوں کے سیاسی افکار، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۹۰م

۷۔ الزرکلی، خیر الدین، الأعلام، مطبوعہ، مصر ۱۳۲۶ء۔ ۸۔ قمر الدین خان، الماوردی کا نظریہ مملکت، بزم اقبال لاہور ۱۹۸۰م۔ ۹۔ کرد علی۔ کنوز الأجداد

۱۰۔ الماوردی۔ الأحکام السلطانیہ، مکتبہ مصطفی البابی الحلبی، بمصر ۱۹۶۶ء۔

۱۱۔ یاقوت الحموی، معجم الأدباء، عیسی البابی الحلبی بمصر ۱۹۳۶م

۱۲- LANE, ARABIC - ENGLISH LEVICON - VOL - I BOOK - I

[1] الماوردی ص۵ [2] الماوردی ص۱۷

جناب محمد یونس صاحب لیکچرار ڈسکہ

امریکی یہود و نصاریٰ سے دوستی کی شرعی حیثیت

امریکہ میں اکثریتی مذہب عیسائیت (نصرانیت) ہے جس کے رومن کیتھولک (ROMAN CATHOLIC) پروٹسٹنٹ PROTESTANT (روحی کلیسائی سنگ جماعت) اور آرتھوڈکس قابل ذکر فرقے (SECT) ہیں دوسرا بڑا مذہب یہودیت ہے۔ تعداد کے لحاظ سے مسلمان تیسرے نمبر پر ہیں۔ امریکہ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور ایک رپورٹ کے مطابق آئندہ بیس سال میں دوسرا بڑا مذہب ہوگا انشاء اللہ۔ (اردو انسائیکلوپیڈیا)

۱۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ" سورۂ بقرہ میں فرمایا اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اللہ ایمان والوں کا ولی ہے۔ مولانا سواتی صاحب فرماتے ہیں "ولی" کے معانی دوست۔ رفیق۔ ساتھی۔ قریبی رشتہ دار۔ معاون و مددگار۔ سرپرست اور آقا ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں اکثر یہود و نصاریٰ کے تعلقات میں یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ فرمایا یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ رکھو یہ بڑے بددیانت۔ خائن اور اسلام دشمن ہیں علاوہ ازیں کفار کی دوستی سے بھی منع فرمایا گیا ہے سورۂ آل عمران۔ نساء اور دیگر سورتوں میں اسی قسم کے احکام موجود ہیں (معالم الفرقان)

۲۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔	اے ایمان والو مت بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔
(المائدۃ)	(ترجمہ۔ شیخ الہند۔ مولانا محمود الحسنؒ)

ان آیات میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ سے دوستی نہ کریں جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا خود بھی یہی دستور ہے کہ وہ گہری دوستی صرف اپنی قوم سے رکھتے ہیں۔ مسلمانوں سے معاملہ نہیں کرتے مولانا سواتی صاحب ان آیات کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ یہود و نصاریٰ (امریکہ۔ فرانس۔ برطانیہ)۔ آپس میں چاہے ایک دوسرے کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں لیکن اسلام کے مقابلے میں یہ اپنے تمام اختلافات

بھلا کر شیر و شکر ہو جانتے ہیں (صلیبی جنگیں۔ خلیج کی جنگ وغیرہ)

عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے والے یہودی ہیں لیکن اسلام کے خلاف مشترکہ مفاد کی خاطر یہودیوں کو اس الزام سے بری کر دیا گیا۔ مسئلہ فلسطین پیدا ہوا تو عیسائیوں نے عدالتی بیان کے ذریعے یہودیوں کو قتل مسیح علیہ السلام کے الزام سے بری کر دیا۔ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ پوری دنیا کفر ایک ملت کے افراد ہیں حضورؐ کی حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ یہودی تمہاری جان اور عیسائی تمہارے ایمان کے دشمن ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ اہل ایمان کی ٹکر رومی یعنی عیسائی طاقتوں سے ہمیشہ رہے گی کبھی اُن کو غلبہ حاصل ہوگا کبھی تمہیں یہاں تک مسیح علیہ السلام کا دور آجائے گا اور یہ تمام فتنے ختم ہو جائیں گے۔

(معالم العرفان۔ تفسیر المائدہ)

(۳) اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔

(المائدہ۔ ۵۵-۵۶)

تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اس کا رسول اور ایمان والے۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور عاجزی کرنے والے ہیں اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو رسولؐ کو اور اور ایمان والوں کو تو حزب اللہ سب پر غالب ہے۔ (شیخ الہند)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا کیوں کہ وہ آپس میں تو دوست ہو سکتے ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ وہ کبھی مخلص نہیں ہو سکتے۔ اس لیے تمہیں چاہیے کہ اپنے حقیقی دوستوں یعنی اللہ اس کا رسولؐ اور اپنے مسلمان بھائیوں سے ہی دوستی کرو۔ اگر تم نے اللہ اور اُس کے رسول کی دوستی اختیار کی تو یہود و نصاریٰ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ تمہارا کام یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تابعداری اختیار کرو اور آپس میں اتفاق و اتحاد سے دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرو۔ انشاء اللہ تم ہی غالب آؤ گے۔

(۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

(المائدہ۔ ۵۷)

اے ایمان والو مت بناؤ ان لوگوں کو جو تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل ٹھہراتے ہیں جن کو کتاب دی گئی تم سے پہلے اور نہ کافروں کو دوست اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

(شیخ الہند۔ مولانا محمود الحسن)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک نصرانی تھا جب وہ اذان میں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ" کا جملہ سنتا تو یہ کہتا تھا "احرق الله الكاذب" یعنی جھوٹے کو اللہ تعالیٰ جلادے۔ اس کی یہ بددعا خود اسکے حق میں قبول ہوئی اور اپنے خاندان سمیت آگ میں جل کر مر گیا۔ (معارف القرآن ۳-۱۸۵)

اس آیت میں مسلمانوں کے جذبہ غیرت و حمیت کو ابھارا گیا ہے۔ کہ جو اہل کتاب اور کفار تمہارے دین کا مذاق اڑاتے اور تمہارے شعائر دین کو کھیل تماشا بناتے ہیں حیف ہے اگر تم ان کو اپنا دوست بناؤ انسان کی فطرت ہے کہ جو چیز اس سے منسوب ہو یا جس کی طرف وہ منسوب ہو اس کی توہین و تذلیل وہ برداشت نہیں کرتا اگر کوئی اس کو گوارا کرے تو یہ اس کی بے حمیتی کی دلیل ہے۔

اب آپ خود فرمائیں کہ امریکہ اور اس کی اتحادی یہود و نصاریٰ کس حد تک اسلام اور اہل اسلام کا مذاق اُڑاتے ہیں اور کیسی کیسی تراکیب سے وہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں ایران و عراق، عراق و کویت تنازعہ۔ سعودی عرب اور دیگر عرب ریاستوں کے وسائل پر قبضہ کرنا اور وہاں اپنی تہذیب کو رواج دینا۔ فلسطین، کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا کی حالت زار یہ تمام واقعات دور حاضر کی زندہ مثالیں ہیں۔ دور کیوں جائیں خود پاکستان میں اب امریکہ کی مداخلت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔

(۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ (آل عمران ۱۱۸)

اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو (کفار) اپنا محرم راز نہ بناؤ وہ کافر تمہیں تباہ کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں۔ جو بغض ان کے منہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جو اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے ہیں بہت زیادہ ہے ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں واضح کر دی ہیں اگر تم عقل رکھتے ہو۔

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے ہوشیار رہیں کیونکہ ان کے تعلقات کسی بھی مسلمان سے مخلصانہ نہیں ہوسکتے۔ قرآن نے نہایت واضح الفاظ میں متنبہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے سوا کسی کو دوست نہ بناؤ۔ یہ یہود و نصاریٰ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے یہ اس بات کے خواہش مند نہیں ہیں کہ تمہیں تمہارے مقاصد میں کامیابی حاصل ہو بلکہ یہ تمہارے لیے زحمتوں اور پریشانیوں کے خواہش مند ہیں ان کی دشمنی ان کی باتوں سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ لیکن دلوں میں جو

کچھ ہے وہ اس سے بھی کہیں زیادہ سخت و شدید ہے فرمایا کہ ہم نے یہ بات اچھی طرح کھول کر سمجھا دی ہے اب بھی اگر تم نہ سمجھو تو اس کا خمیازہ بھگتو گے۔ (تدبر القرآن۔ جلد دوم ص۱۹۶)

(۶) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ۔ (الممتحنہ۔۱)	اے ایمان والو تم میرے دشمن اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو۔ حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ (ترجمہ مولانا محمود الحسنؒ)

اس آیت کا شان نزول اگرچہ ایک خاص واقعہ ہے جس کو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں ذکر کیا ہے، مفتی اعظمؒ نے معارف القرآن میں مفصل لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حاطبؓ نے ایک خط سارہ نامی عورت کو دیا جس میں مکہ کے کفار کو مسلمانوں کے حملے سے باخبر کیا گیا تھا۔ یہ خط حضرت علیؓ نے فرمان نبوی کے مطابق اس مغنیہ سے مقام روضہ خاخ میں واپس لے لیا۔ اسی آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے لیکن آیت کا عموم و مفہوم مذکورہ واقعہ سے مقید نہیں کیا گیا ہے بلکہ عدوی اور عدوکم کے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ کافر خدا اور مسلمانوں کے دشمن ہیں لہذا ان سے دوستی کی امید رکھنا سخت دھوکہ ہے کافر جب تک کافر ہے وہ کسی مسلمان کا جب تک وہ مسلمان ہے دوست نہیں ہو سکتا۔ خدا کرے دور حاضر کے مسلمان بھی اس حقیقت کو پہچان لیں۔ (معارف القرآن جلد ۶۔ ص۴۰۱)

(۷) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا۔ (النسآء ۱۴۴)	اے ایمان والو مومنوں کے علاوہ کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو۔ (ترجمہ الشیخ الہند)

علامہ عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں (یہود و نصاریٰ) سے دوستی کرنا نفاق کی دلیل ہے اس لیے اے مسلمانو تم ہرگز ایسا نہ کرو ورنہ خداوند تعالیٰ کا صریح الزام اور حجت تم پر پوری ہو جائے گی کہ تم بھی منافق ہو اور منافقوں کے لیے دوزخ کا سب سے نیچا طبقہ ہے اور کوئی ان کا مددگار بھی نہیں ہو سکتا۔ لہذا مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی اور یک طرفہ تعلقات دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی کا سبب ہیں۔

(تفسیر عثمانی۔ ص۱۳۵)

(۸) لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۔ وَمَن يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ ۔
(آل عمران ۔ ۲۸)

نہ بنائیں مسلمان کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے تو اللہ کی طرف سے کسی امر میں مدد نہ ہوگی ۔
(شیخ الہند ۔ مولانا محمود الحسنؒ)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔
" جب حکومت و سلطنت ، جاہ و عزت اور ہر قسم کے تقلبات و تصرفات کی زمام اکیلے خداوند قدوس کے ہاتھ میں ہوئی تو مسلمانوں کو صحیح معنوں میں اس پر یقین رکھتے ہیں شایاں نہیں کہ اپنے اسلامی بھائیوں کی اخوت و دوستی پر اکتفا نہ کر کے خواہ مخواہ دشمنان خدا کی موالات و مدارت کی طرف قدم بڑھائیں ۔ جو اس خبط میں پڑے گا سمجھو خدا کی محبت و موالات سے اسے کچھ سروکار نہیں ایک مسلمان کی سب امیدیں اور خوف صرف اپنے رب سے وابستہ ہونی چاہیں اور اس کے اعتماد و وثوق اور محبت و مناصرت کے مستحق صرف وہ لوگ ہیں جو حق تعالیٰ سے اسی قسم کا تعلق رکھتے ہوں ۔ (تفسیر عثمانی ص ۷۸)

(۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔
(الممتحنہ ۔ ۱۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے ۔

یہاں غضب اللہ علیہم سے مراد یہود ہیں جیسا سورۃ فاتحہ غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کی تشریح میں علامہ عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ مغضوب سے مراد یہود اور الضالین سے مراد عیسائی ہیں مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ سے دوستی سے منع فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غضب کے مستحق لوگوں سے دوستی اختیار نہ کرو مبادا تم بھی ان جیسے ہی جاؤ اور تم پر بھی اللہ کی لعنت ہو سورۃ المائدہ میں اللہ پاک فرماتے ہیں ۔
" آپ ان میں سے بہت سے ایسے لوگ دیکھیں گے جو کافروں سے دوستی کرتے ہیں جو کام انہوں نے آئندہ کے لیے کیا ہے بے شک وہ برا ہے کہ اللہ ان پر ناخوش ہوا اور یہ لوگ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے ۔

(۱۰) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۔
(المجادلۃ ۔ ۲۲)

جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پہ ایمان رکھتے ہیں ان کو آپ نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اہل ایمان کی یہ شان بیان کی ہے۔ کہ وہ اللہ کے مخالف سے دوستی نہیں رکھتے اگرچہ باپ بیٹے ہوں۔ وہی سچے ایمان والے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان یہی تھی کہ اللہ اور رسول کے معاملے میں کسی چیز اور کسی شخص کی پرواہ نہ کی اسی سلسلہ میں ابو عبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کردیا جنگ احد میں ابوبکرؓ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہوگئے۔ مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو۔ عمر بن الخطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو علیؓ بن ابی طالب، حمزہؓ، عبیدہؓ بن الحارث نے اپنے اقارب عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کردیا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ نے جو مخلص مسلمان تھے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر آپؐ حکم دیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر خدمت میں حاضر کردوں آپؐ نے منع فرمادیا۔ (تفسیر عثمانی)

افسوس اب وہ زمانہ رہا نہ وہ مسلمان۔ آج ہم اپنی حالت پر غور کرتے ہیں تو قرون اول کے مسلمانوں کی کوئی ایک بات بھی اپنے میں موجود نہیں پاتے وہ آپس میں محبت کرتے تھے ہم نفرت کرتے ہیں وہ غیروں سے نفرت اور ان کی تہذیب کو کفر کہتے تھے آج ہم کافروں سے تعلقات پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ گزشتہ مقالہ پاکستانی حکمرانوں کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے دنیا و آخرت خراب ہی رہے گی ۔

میرؔ کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

مولانا محمد انوار الحق صاحب حقانی
استاذ حدیث و نائب مہتمم حقانیہ

دینی مدارس علوم نبوت

اور

نفاذِ شریعت کی ایک تحریک

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اپریل کے دوسرے عشرے میں بنگلہ دیش کے دورہ پر تشریف لے گئے دراصل برصغیر کے دینی مدارس ایک برادری ہیں بھارت پاکستان بنگلہ دیش برما اور افغانستان میں جو آزاد دینی مدارس کا عظیم سلسلہ قائم ہے یہ درحقیقت حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کا فیضان عام ہے جس سے ایک دنیا مستفید ہو رہی ہے دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح دارالعلوم دیوبند میں تدریس کے زمانہ کے بہت سے تلامذہ اور فضلاء بنگلہ دیش میں مصروف خدمت دین ہیں۔ دارالعلوم ہاٹ ہزاری معین الاسلام (قائم شدہ ۱۹۰۱ء) بنگلہ دیش بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے ۱۰، ۱۱ اپریل کو اس کی صد سالہ تقریبات دستار بندی کے سلسلہ میں حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نمائندگی کی جغرافیائی تقسیم اور انقلابات زمانہ نے بظاہر اگرچہ بہت فاصلے پیدا کر دیئے مگر دونوں ملکوں کے اساطین علم کے علمی اور روحانی رشتے نہیں کٹ سکے۔ اس موقع پر مولانا انوار الحق نے خطاب بھی فرمایا ذیل میں افادہ عام کیلئے نذر قارئین ہے (ادارہ)

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم قال اللہ عزوجل یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ صدق اللہ العظیم۔

معزز علماء کرام، طلبائے عظام اور گرانقدر سامعین! پہلی بار بنگلہ دیش میں حاضری کا موقع ملا۔ میں نہ تو مقرر ہوں اور نہ واعظ و خطیب صرف خریداران یوسفؑ کی طرح ثواب کے حصول کی نیت سے شامل ہوا ہوں منتظمین

اجتماع کا حکم ہوا تو چند جملے کہنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہوں۔ معزز حضرات دارالعلوم ہاٹ ہزاری کی صد سالہ تقریب دستار بندی کے اس عظیم و روح پرور اجتماع کے موقع پر اولیاء اللہ، علماء، طلباء اور دینی جذبہ و درد رکھنے والے مسلمانوں کا اتنا بڑا اجتماع دیکھ کر بے حد متاثر ہوا ہوں۔ صرف یہی نہیں بلکہ کل عصر سے عشاء تک ہاٹ ہزاری کے قرب و جوار میں صرف چار مدارس دینیہ کی زیارت کا جب موقع ملا۔ اور وہاں ان مدارس کی ظاہری اور معنوی ترقی دیکھی تو یقین کامل ہوا کہ امریکہ اور مغربی استعماری قوتیں اسلام اور ملت اسلامیہ کے بیخ کنی کی لاکھ کوشش کریں انشاءاللہ جب تک دین کی یہ چھاؤنیاں موجود ہیں لادینی قوتوں کی آرزوئیں خاک میں ملتی رہیں گی اور مذہب اسلام مزید پھلتا پھولتا رہے گا۔

سامعین کرام! آپ کو معلوم ہے کہ آج مغرب اور اسلام دشمن طاقتیں ان مدارس دینیہ سے جس قدر خائف ہیں اور اسے جتنا اپنا دشمن نمبر ون سمجھ رہی ہیں اتنا خطرہ ان کو کسی تحریک اور قوت سے نہیں۔ ان کو معلوم ہے۔ کہ ان کی لادینی یلغار اور استعماری عزائم کے تکمیل کے راہ میں یہی بوریا نشین اور قال اللہ تعالیٰ، قال الرسول پڑھنے والے حائل ہیں۔ اسی دین دشمنی کی بناء پر وہ ان اداروں کو بدنام اور ختم کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں مگر ان کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ آپ اور ہم سب کی مادرِ علمی اور چشمۂ فیض دارالعلوم دیوبند جس کی ابتداء ایک استاذ اور ایک شاگرد سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ہوئی۔ ایک ناتواں وضعیف پودے کی حیثیت سے ابھر کر ایک بڑے سایہ دار اور پھلدار درخت کی طرح اس کے انوار و برکات نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ پورے خطہ ارضی پر پھیل گئے۔ سیاسی میدان میں بھی دشمنی کو شکست دے کر برصغیر کو ان کے ناپاک قدموں سے پاک کردیا۔ روحانی محاذ پر بڑے بڑے مصلح پیدا کئے۔ ایسے مدبر، محقق، مدرس، مصنف اور مجاہد پیدا فرمائے کہ دنیا ان کو دیکھ کر مبہوت رہ گئی۔ غرض زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہ رہا جس میں دیوبند کے روحانی فرزندوں نے اپنے قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا نہ منوایا ہو۔

آپ اور ہم آج جس مقام میں جمع ہیں لاکھوں فرزندان توحید کا یہ اجتماع ہو رہا ہے۔ بنگلہ دیش کا یہ عظیم مدرسہ معین الاسلام جو قائم و دائم ہے ۹۵ سال سے ہزاروں فیض یافتگان اس سے فارغ ہو کر اطراف عالم میں دین کی شعاعیں پھیلا رہے ہیں یہ اسی دارالعلوم دیوبند کا بالواسطہ فیض ہے صرف یہی نہیں بلکہ دیوبند کے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں روحانی ابنائے نے اپنے مرکز علمی سے فیض یافتہ ہو کر اشاعت دین کے لیے بڑے بڑے مراکز نہ صرف بنگلہ دیش، انڈیا اور پاکستان میں قائم کئے بلکہ امریکہ، افریقہ اور کمیونسٹ ممالک کے اہم ترین مقامات میں اپنے مورچے قائم کر دیئے ہیں۔ آج جس نسبت سے بندۂ حقیر آپ کے سامنے مخاطب ہے وہ دارالعلوم دیوبند کے ایک علمی و روحانی فرزند شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ سے نسبی رشتہ ہے کہ

وہ میرے والد گرامی تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فیض حاصل کیا شیخ الاسلام و امام المحدثین حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم و فیوض کے وارث اور تلمیذ خاص رہے۔ روحانی فیض بھی ان سے حاصل کیا ہے۔ آپ میں سے بے شمار اکابر علماء ان کے نام سے شناسا ہیں۔ دیوبند سے فراغت کے بعد کئی سال اپنے پیر و مرشد حضرت مدنی رح کے حکم پہ تدریس کا فریضہ بھی اپنے مادر علمی دارالعلوم دیوبند ہی میں سرانجام دیتے رہے ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے موقع پہ اتفاقاً چھٹیاں ہونے کی وجہ سے گھر اکوڑہ خٹک آکر واپس ہندوستان نہ جا سکے۔ اپنے مرشد و مہربان حضرت مدنی رح کے مشورہ پر اکوڑہ خٹک میں ایک دینی ادارہ کی داغ بیل دارالعلوم حقانیہ کے نام سے ڈال دی۔ یہ درحقیقت دارالعلوم دیوبند ہی کا لگایا ہوا چھوٹا سا پودا تھا جو کہ بحمد اللہ بڑھ کر اتنا تناور ہو چکا ہے کہ اب تک دس پندرہ ہزار فضلاء دنیا کے گوشے گوشے میں اصلاح امت اور باطل کے سرکوبی میں شبانہ روز مصروف عمل ہیں آپ دینی جذبہ و درد رکھنے والے مسلمان ہیں جہاد افغانستان کے تفصیلات سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ افغانستان کے غیور اور بہادر علماء و مسلمانوں نے دنیا کے اصطلاح میں سپر طاقت کہلوانے والے روس کو پاش پاش کر دیا، اس خالص دینی جذبے سے سرشار عظیم جہاد کے مجاہدین کے جرنیل و کمانڈروں میں اکثر و بیشتر دارالعلوم دیوبند کے علمی و روحانی شاخ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء و تربیت یافتہ علماء کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت کے سویت یونین جن اداروں تنظیموں اور ملکوں کو اپنے دشمنوں کے فہرست میں شمار کر کے ان سے انتقام لینے کی ٹھان لی تھی ان میں دارالعلوم حقانیہ کے گرد بھی سرخ نشان RED LMO خصوصی طور پہ کھینچ دی کہ مسلمانوں کی اس یلغار کی تربیت گاہوں میں یہ ادارہ سرفہرست ہے۔ بہرحال تقدیر الٰہی کے سامنے انسانی تدابیر کی کیا حیثیت ہے اللہ جل جلالہ نے شاہ ولی اللہ کے قافلہ حریت کے ان بظاہر بے یار و مددگار فقراء و مساکین طلباء و علماء کی لاج رکھ کر فتح سے ہمکنار فرمایا۔

آج پاکستان میں قائم دارالعلوم حقانیہ، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم کراچی جامعۃ العلوم علامہ بنوری ٹاؤن کراچی جیسے بڑے بڑے دینی ادارے دارالعلوم دیوبند کے اکابرین اور بزرگوں کے مشن کو بلند کر کے الحاد اور زندقہ کے تحریکوں کے سامنے سد سکندری کا کام دے رہے ہیں۔

قابل صد احترام علمائے کرام آج آپ کو بزرگوں کے ہاتھوں جو دستارِ فضیلت پہنائی جا رہی ہے یہ آپ پہ اللہ کا عظیم احسان ہے ارشادِ باری کا مفہوم ہے کہ جن لوگوں کو علوم قرآنیہ و نبویہ کا حامل و مبلغ بنا کر اشاعت دین کے لیے منتخب کیا جائے ذات باری تعالیٰ ان حاملین علوم نبوت کے اخروی و دنیوی درجات کو بلند فرماتے ہیں کتنا بڑا اعزاز ہے اس کی وجہ خود سید الکونین صلعم نے ارشاد فرمادی کہ العلماء ورثۃ الانبیاء۔ اس مادہ پرستی اور جاہ طلبی کے دور میں کوئی مال و زر جمع کر کے قارون و ہامان کا وارث بننا چاہتا ہے اور بعض

سادہ لوح اور آخرت سے غافل لوگ بڑے سے بڑا دنیوی منصب و اقتدار کے خواہشمند بن کر فرعون و کلنٹن اور پلسن کے جانشین بننا چاہتے ہیں۔ جن کی نہ دنیا میں اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت اور نہ آخرت میں فوز و فلاح۔ بلکہ دنیا کی چند روزہ فانی اقتدار کے زوال سے یہاں بھی ذلت اور مرنے کے بعد بھی رسوائی اور عذاب ہی عذاب ہے۔

اور آپ وارث نبی بن کر دنیا میں بھی اعزاز و اکرام کے مستحق قرار پائے اور آخرت میں بھی اپنی سنوار دی۔ ایک سچے اور حقیقی طالب علم کے لیے سمندروں کی تہہ میں جانور اور فضا میں اڑنے والے پرندے بھی دعوات خیر دیتے ہیں اور دستار پہنانے کی جو ہر وقار تقریب آج ہو رہی ہے صرف اسی پہ اکتفا نہ ہوگا بلکہ اس سے بڑھ کر عظیم اعزاز و اکرام کا معاملہ روز محشر میں ہوگا کہ اولین و آخرین کی موجودگی میں ایسے تاج و خلعت فاخرہ سے نوازا جائے گا۔ کہ جس کے ایک ایک موتی کے چمک دمک کے سامنے سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے گی۔ اسا اتنے بڑے اعزاز کی صرف یہی وجہ ہے کہ عالم و فاضل نے اپنی زندگی اور وسائل حضورؐ کے وارث بننے کے لیے وقف کر دیئے اس مقصد کے حصول کے لیے اس راہ میں حائل تمام نفسانی خواہشات اور شیطانی ترغیبات کو مسترد کر کے ہر قسم کے مصائب کا بے جگری سے مقابلہ کیا قربان جایئے اس غفور ذات سے جس نے اس کے بدلے اپنے محبوب صلعم کی میراث حاصل کرنے والوں کو دونوں جہانوں میں سربلندی اور اکرام سے نوازا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

بنگلہ دیش اور دارالعلوم معین الاسلام ہاٹ ہزاری کے معزز طلبائے کرام۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث یہی ہے جو آپ لوگ یہاں بے سروسامانی کی حالت میں بیٹھ کر حاصل کر رہے ہو۔ اللہ کے ہاں یوں آپ کا خاص مقام ہے کیوں کہ آپ ذات باری کے محبوب اور آخری نبیؐ کی وراثت کے طلبگار ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ مرض مدینہ کے بازار میں جاکر لوگوں کو آوازیں دینے لگے کہ آپ لوگ یہاں خرید و فروخت میں منہمک ہیں اور اور مسجد نبوی میں حضورؐ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے جس سے آپ محروم رہ جائیں گے۔ عاشقان رسول یہ سن کر مسجد کی طرف دوڑے۔ ہر کوئی دل و جان سے حضورؐ کا فدائی اور عاشق تھا ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ کی میراث کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بطور تبرک مل جائے۔ مسجد میں پہنچ کر دیکھا کہ صحابہ یعنی طلباء قال اللہ اور قال الرسول کا ورد کر رہے ہیں۔ جس چیز کو وہ میراث سمجھ کر مسجد میں آئے نہ پا کر واپس جانے لگے۔ راستے میں حضرت ابوہریرہ رض سے آمنا سامنا ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے کہنے پر کہ مسجد میں حضورؐ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے کاروبار چھوڑ کر چلے مگر وہاں تو درس و تدریس کا سلسلہ تھا میراث تو نظر نہ آئی آپ نے فرمایا ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درهما انبیاء کی چھوڑی ہوئی میراث روپے ٹکے پیسے نہیں ہوتے بلکہ ان کی میراث علوم الہیہ ہوتے ہیں۔ جن کے وارث وہ لوگ ہیں جو حصول کے لیے ہر قسم کے دنیاوی مشاغل ترک

کرکے خالصتہً لوجہ اللہ اپنی زندگیاں وقف کردیں۔

علماء و طلباء کا وجود صرف ان کے ذات کے لیے نفع کا ذریعہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی وجہ سے پورے علاقہ اور خطہ پر اللہ کے رحمتوں کا ورود و نزول ہوتا ہے پورے عالم کے آبادی و بربادی کا دار مدار بھی انہی کے وجود سے ہے آپ ؐ کا ارشاد ہے موت العالِم موت العالَم۔ انسان کا مقصد تخلیق ہی اللہ کی معرفت اور احکامات کی بجا آوری ہے۔ اسی مقصد کا بتلانے والا وارث نبی عالم جب نہ رہا تو سوائے گمراہی، قتل و قتال اور فسق و فجور کے کچھ نہیں رہے گا روئے زمین پہ ہر طرف برائی ہی برائی، اشرار الناس کا راج ہوگا اور قیامت انہی لوگوں پہ قائم ہوگی امام بخاری رح نے درس و تدریس کا سلسلہ قائم رکھنے پہ زور دینے کیلئے مستقل باب باندھ کر تلقین کی کہ اگر بقائے عالم کے لیے خواہاں ہو تو علوم نبوی کے ترویج کے مدارس و محافل کو قائم رکھو ورنہ یہ سلسلہ منقطع ہونے پہ سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔ فتنوں وعلامات قیامت کے ضمن میں حضورؐ کا یہ ارشاد کہ ویُرفع العلم بھی ہمیں دعوتِ فکر دیتا ہے۔ علماء دو توجیہاتِ میں سے ایک یہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت سے پہلے علم اٹھ جائے گا علم دین کے حصول کا شوق ختم ہوکر علم کی وقعت لوگوں کے قلوب سے ختم ہوجائے گی اور دوسری توجیہ یہ بیان کی گئی کہ علماء دنیا سے اٹھ جائیں گے اور وارثین انبیاء اور حاملین علوم نبوت کا اٹھ جانا اس پوری کائنات کے فنا کا سبب بن جائے گا۔ بنگلہ دیش کے دین کے نام پہ مرمٹنے والے مسلمانو اگر بقائے عالم چاہتے ہو تو نہ صرف ان دینی مدارس کی سرپرستی اور تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو بلکہ اپنے بچوں اور زیر کفالت افراد کو بھی ان اداروں میں تربیت اور علوم نبویہ کے حصول کے لیے وقف کردو۔

امریکہ اور لادینی قوتوں کے اسلام کے خلاف ناپاک عزائم سے آپ سے زیادہ کون واقف ہوسکتا ہے بنگلہ دیش کے اسلام کے جذبہ سے سرشار مسلمانوں نے لادینی قوتوں کا جس بے جگر سے ہر موقع پہ مزاحمت اور مقابلہ کیا وہ مسلمانوں کی تاریخ کے ایک سنہرے باب کی حیثیت سے قائم و دائم رہے گا۔ سوویت یونین خاتمہ کے بعد امریکہ اور اس کے اتحادی اسلام کو اپنا دشمن نمبر ون سمجھ کر اس کو نقصان پہنچانے اور بدنام کرنے کے لیے اپنے تمام لاؤ لشکر سمیت میدان میں اتر چکے ہیں مسلمانوں پہ بنیاد پرستی کا لیبل لگا کر انہی کو دنیا میں تمام برائیوں کا جڑ قرار دے رہے ہیں آج امریکہ اور اس کے حواریوں کو کسی تحریک، مذہب اور کیمیاوی بم سے اتنا خوف نہیں جتنا اسلام کے متوالوں اور دارالعلوم ہاٹ ہزاری جیسے اداروں سے تربیت حاصل کرنے والے طلبہ اور گویا امام مہدی کے فوج سے ہے۔ ان دینی مدارس سے فارغ ہونے والے ایک ایک فاضل کو امریکہ اپنے لیے ایٹم بم سے زیادہ نقصان دہ سمجھتا ہے۔ اسے یقین ہے کہ اس کے سامراجی عزائم کے تکمیل کے راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی دینی مدارس کے بوریہ نشین علماء ہیں جن کو نہ جھکایا جاسکتا ہے اور نہ خریدا جاسکتا ہے

اس لیے ان اداروں اور فارغ ہونے والوں پر دہشت گردی جیسے الزامات لگا کر ان کے مقدس مشن کو غلط انداز میں پیش کر رہا ہے۔ پوری دنیا میں انشاء اللہ اسلام کے احیاء کا دور آ رہا ہے۔ آپ نے اپنی تحریک کو پھیلانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے ان تمام بے بنیاد الزامات سے بے نیاز ہو کر قائدانہ کردار ادا کرنا ہے۔ اور دنیا پر یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام لوٹ، مار، قتل و غارت گردی اور دہشت و خوف کا مذہب نہیں بلکہ صلح و امن کا داعی و علمبردار مذہب ہے میں اس پاکستان کی عظیم دینی ادارہ جامعہ حقانیہ اور اپنے ملک کے علماء و مسلمانوں کی طرف سے دارالعلوم معین الاسلام کے اٹھارہ ہزار فضلاء کو دستار فضیلت عطا ہونے پر مبارک باد پیش کر کے اس ادارہ کے مہتمم صاحب اور تمام منتظمین کو اس عظیم دینی اجتماع کے انعقاد پر خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ اس گلشن علوم نبویہ کو مزید ترقیات سے ہمکنار فرما دیں۔

We've Developed Fabrics With Such Lasting Quality And Style That Theres Only One Word For It

Star

For high quality fabrics
of the most consistent standard,
remember the name Star Textile –
Star fabrics are made from world famous
fibres, Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting
and shalwar qameez suits, look for the colour of
your choice in Star's magnificent Shangrilla, Robin,
Senator fabrics.

To make sure you get the genuine Star quality,
eck for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.
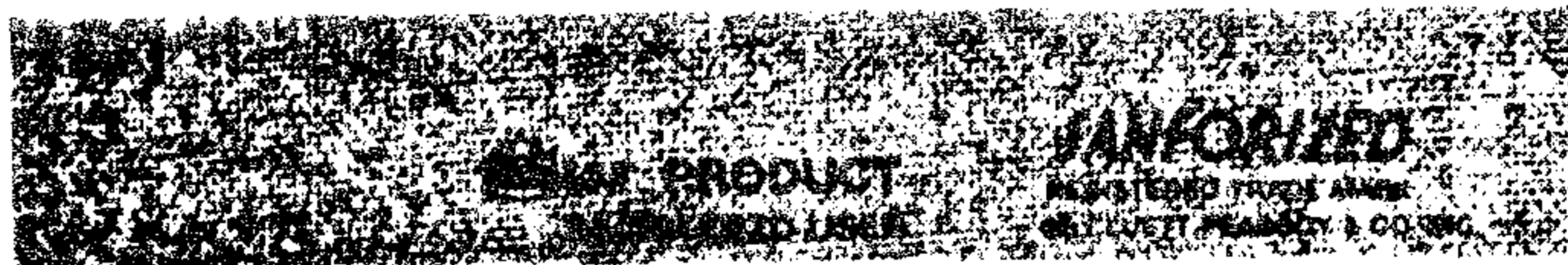
... the essence of style and total comfort!

Star Textile Mills Limited Karachi

P.O. BOX NO. 4400 Karachi 74000

محترم جناب حکیم عبدالقوی صاحب

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رح

اپنی تصنیف "اعجاز عیسوی" کی روشنی میں

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رح بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کا نام نہ صرف اس حیثیت سے زندہ و تابندہ ہے کہ انہوں نے قلب اسلام حجاز کے مرکزی اور مقدس ترین شہر مکہ معظمہ میں دینی تعلیم کا ایک معیاری مدرسہ "مدرسہ صولتیہ" کے نام سے قائم کر کے وہاں علوم دین کی تعلیم و تکمیل کا انتظام کر کے وہاں کی ایک کمی کو پورا کیا بلکہ اس کے ساتھ ہی ہندوستان کے زمانہ قیام میں اور اس کے بعد عالم مہاجرت میں مسیحی مبلغین (مشنریوں) سے جو مسلمانوں کی متاعِ ایمانی پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے مختلف شکلوں میں مصروف تھے، مقابلہ خوب ڈٹ کر کیا، زبانی میدانِ مناظرہ میں ان دشمنِ اسلام پادریوں کے سرخیل پادری فنڈر سے بار ہا بازی جیتی اور اس کے دلائل کو رد کر کے اسلام کا علم سربلند کیا اور اس سے بھی بڑھ کر اس کی مجموعہ اباطیل تصانیف جو اسلام کے رد اور مسیحیت کی نصرت میں لکھی گئی تھیں کے رد میں متعدد مدلل کتابیں لکھیں اور خود عیسائی مستند مصنفین و محققین کی کتابوں کے حوالہ سے مروجہ مسیحیت کو بے نقاب کیا۔ انگریزی زبان اور مغربی مضامین سے مکمل ناواقفیت کے باوجود دین متین کے اس قلمی مجاہد (جو اس سے قبل ہندوستان کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں جہاد بالسیف میں بھی سرگرم حصہ لے چکا تھا) نے اسلام کی تائید و حقانیت اور تثلیثی مسیحیت کی تردید میں دفتر کے دفتر تیار کر دیئے ان میں سے ہر کتاب پڑھنے کے قابل اور اتنی مدت گزر جانے کے بعد بھی اپنے مضامین کے اعتبار سے اپنی تازگی و تاثیر میں جوں کی توں اور اسلامی تبلیغ کے اہم کارنامہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہندوستان میں فرنگی (انگریزی) اقتدار میں مسلمانوں کو نہ صرف سیاسی لحاظ سے غلام بنایا جا رہا تھا بلکہ پادریوں کے ذریعہ ان کو دینِ اسلام سے برگشتہ کرنے کی منظم کوششیں حکومت کی سرپرستی میں جاری تھی علمی انداز سے جن معدودے چند افراد نے ان کوششوں کا مقابلہ ظاہری بے سروسامانی اور فضا کی انتہائی ناموافقت کے باوجود ہمت سے کام لے کر کیا ان میں مولانا رحمت اللہ کا نام نامی سب سے بلند و ارفع نظر آتا ہے، ان کے اس وقت کے رفقاء میں ڈاکٹر وزیر خاں بھی ممتاز درجہ رکھتے تھے، کیونکہ وہ انگریزی

زبان سے بھی خوب واقف تھے اوراسی حیثیت سے وہ مولانا کے خصوصی رفیق ومعین کار تھے۔

ہندوستان کے متعدد مناظروں میں پادری فنڈر کو شکست فاش بلکہ شکست فاحش دینے کے بعد جب اس پادری نے ہندوستان سے فرار کے بعد دارالخلافت قسطنطنیہ (استانبول) پہنچ کر یہ جھوٹا دعویٰ کیا کہ وہ زمانۂ قیام ہندوستان میں اپنی تصانیف اور مسلمان علماء سے مناظرہ کرنے کے ذریعہ اسلام کو شکست دے کر عیسائیت کا فاتحانہ پرچم بلند کر چکا ہے تو اس وقت کے خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالعزیز خاں کو بڑا صدمہ ہوا اورانہوں نے مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی کی اس سلسلہ میں شہرت سن کر ان کو قسطنطنیہ بلایا۔ پادری فنڈر آپ کی آمد کی خبر سنتے ہی قسطنطنیہ سے رفو چکر ہوگیا اور اسے پچھلی شکستوں کے پیش نظر مولانا سے مناظرہ کی ہمت پھر زندگی بھر نہ ہوسکی، خلیفہ کے دربار میں مولانا کی بڑی پذیرائی ہوئی وہیں آپ نے ردمسیحیت میں اپنی معرکۃ الآراء کتاب "اظہارالحق" بہت قلیل مدت میں تصنیف کرکے خلیفہ کی خدمت میں پیش کی۔

ان کی اس سلسلہ کی دوسری تصانیف جن میں سے بعض کی اشاعت کا سلسلہ اب تک جاری ہے، ہیں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ازالۃ الشکوک (۲) اظہارالحق (۳) اعجاز عیسوی (۴) معیارالتحقیق۔

بعض تصانیف دوسرے موضوعات پر ہیں اور وہ بھی اپنے رنگ میں خوب ہیں۔ لیکن مولانا کا نام ان کی ان تصانیف کے باعث زندہ ہے جو انہوں نے مسیحیت مروجہ کی تردید میں لکھیں۔ ان کتابوں میں اظہارالحق سب سے زیادہ مشہور ہے، اس کے تراجم، ترکی، انگریزی، فرانسیسی اور گجراتی زبانوں میں ہو کر ہزاروں کی ہدایت یابی کا ذریعہ بن چکے ہیں، اس کتاب کا اردو ترجمہ "بائبل سے قرآن تک" کے نام سے طباعت وکتابت کی ظاہری خوبیوں سے مزین مع مولانا محمد تقی عثمانی کی شرح وتحقیق کے پاکستان سے شائع ہوکر بہت مقبول ہوچکا ہے۔

آگرہ میں مولانا مرحوم اور پادری فنڈر سے جو مناظرہ ہوا تھا اس کی روداد کتابی شکل میں اس خاکسار نے تقریباً بارہ سال کی عمر میں بڑے شوق سے اس زمانہ میں پڑھی تھی جب کہ ہر چھپی ہوئی چیز کو بخشی جنتری سے لے کر سیرۃ النبی شبلی تک یکساں دل چسپی وانہماک سے خواہ کتاب کا مضمون پوری طرح سمجھ میں نہ آئے پڑھتا تھا۔ اس کتاب (جس کا نام افسوس ہے کہ اب یاد نہیں) کے مطالعہ سے اسلام پر مسیحیوں کے اعتراضات اوران کے جو مسکت وشافی جوابات مولانا کیرانوی رحؒ نے دیئے تھے وہ باوجود اس کے کہ یہ موضوع بالکل نیا تھا اور کتاب کا انداز تحریر نسبتاً پرانی اور کسی حد تک مغلق اردو میں تھا میں نے بڑے شوق سے پڑھے اور یہ چیزیں پوری طرح ذہن میں راسخ ہوگئیں، اوراسی وقت سے یہ خوش ظنی اب تک قائم ہے

کہ اگر کہیں کسی مسیحی مناظر سے سابقہ پڑا تو میں اس سے پوری طرح مقابلہ کر سکوں گا، اس مناظرہ کی روداد میں ڈاکٹر وزیر خاں کا نام بھی بارہا نظر سے گزرا اور وہ نام آج تک یاد ہے۔

مولانا کیرانوی رح کی گراں قدر تصانیف میں اعجاز عیسوی کو خاص درجہ حاصل ہے، اس میں مولانا نے موجودہ بائبل جس کی ترویج و اشاعت میں عیسائی مبلغین دنیا کے ہر گوشہ میں ساعی نظر آتے ہیں اور اسے قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں پر تفصیلی نظر ڈال کر اس میں وقتاً فوقتاً ہونے والی تحریفات کو ظاہر کیا ہے اور اس کتاب کے جدید ترین اڈیشن کے پیش لفظ میں مولانا محمد تقی عثمانی کی یہ رائے بالکل صحیح نظر آتی ہے۔

> "اس میں انہوں نے تحریف بائبل پر سب سے زیادہ شرح وبسط کے ساتھ بحث کی ہے اور اس لحاظ سے اس کتاب کی کوئی نظیر عربی فارسی یا اُردو میں موجود نہیں ہے بلکہ انگریزی زبان کی بھی کسی کتاب میں اتنے استقصار کے ساتھ بائبل کے تضادات غلطیوں اور تحریفات کا بیان میری نظر سے نہیں گزرا۔"

یہ کتاب عرصۂ دراز سے نایاب اور تقریباً ناپید تھی، خدا کا شکر ہے کہ حضرت کیرانوی رح کے نبیرہ مولانا محمد شمیم نے جو ان کے قائم کردہ اور عالمی شہرت والے مدرسہ صولتیہ کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ چلانے کے ساتھ خدمت حجاج پر بھی اپنے بزرگوں کی طرح سرگرم عمل رہتے ہیں، اس کتاب کی از سر نو اور پہلے سے بہتر طباعت واشاعت کا انتظام پاکستان میں کرایا اور اس کا نیا اڈیشن جو (۷۷۶) صفحات پر مشتمل ہے، چوں کہ مصنف کی عبارت استدادِ زمانہ کے باعث ایک حد تک متروک اور موجودہ اُردو داں نسل کیلئے جو عربی و فارسی سے نسبتاً کم واقف ہے بہت مشکل ہو کر رہ گئی تھی اس کو آج کی مروجہ سلیس و عام فہم اردو میں منتقل کر دیا گیا ہے تاکہ اس کا نفع عام ہو سکے، اس اہم کام کو مولانا محمد تقی عثمانی نے بڑی محنت و خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے اور ساتھ ہی مولانا کی اول الذکر اور مشہور ترین کتاب اظہار الحق کے نئے اڈیشن پر مولانا عثمانی نے جو حواشی لکھے تھے ان میں سے وہ حواشی جو اس کتاب کے مضامین سے تعلق رکھتے ہیں ان کو بھی درج کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اہم کام یہ بھی کیا گیا ہے کہ مولانا نے بائبل کے جن نسخوں سے جو ان کے وقت میں رائج تھے جو عبارتیں نقل فرمائی تھیں وہ اب بہت فرسودہ اور قدیم ہو چکے تھے، اور اب ان کے جو جدید ترجمے شائع ہیں وہ قدیم اور مولانا کے پیش نظر نسخوں کے مقابلہ میں خاصے مختلف ہیں ان اختلافات کی بھی توضیح حواشی کے ذریعہ کر دی گئی ہے، تاکہ عہد حاضر کے مسیحی مناظرین کو اعتراض کا کوئی موقع نہ ہاتھ آسکے مصنف نے جو پیش لفظ (یہ اصلاح ظاہر ہے بہت بعد کی ہے) یا تمہید تحریر فرمائی تھی اس میں اس کتاب کی تالیف کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریف کا مطلب واضح کیا گیا ہے اور بائبل کے

ان تراجم کے حوالہ دیئے گئے ہیں جن سے مولانا نے عبارتیں نقل کرکے بائبل میں ہونے والی تحریفات کی نشان دہی فرمائی ہے۔

بائبل عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے نام سے دو حصّوں میں منقسم ہے، مولانا نے ان دونوں میں شامل جملہ کتب کے نام لکھ کر ان میں موجود تحریفات کی وضاحت کی ہے اور اس اختلاف کو بھی واضح کیا ہے کہ موجودہ تورات (عہدِ عتیق) کے زمانہ تصنیف سے متعلق اور یہود و نصاریٰ کے اس دعوے کو کہ کتاب پیدائش سے لیکر کتاب استثنا تک پانچوں کتابیں حضرت موسیٰ کی تصنیف ہیں (وحی الٰہی کے قرآنی تصور سے بالکل مختلف) بلکہ یہ دعویٰ ان پانچوں کتابوں کے ہر ہر باب اور ان کے ہر ہر فقرے کے بارہ میں بالکل غلط ہے، اس کو مولانا نے بڑی تفصیل سے ثابت کیا ہے۔

اسی طرح عہد جدید پر مشتمل کتب میں ایک وہ جن کی صحت مسیحیوں کے متقدم جمہور نے تسلیم کی ہے مثلاً انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل یوحنا، انجیل لوقا، اور دوسری وہ کتابیں جن کی صحت کے بارے میں مسیحیوں میں اختلاف ہے پر مولانا نے تحقیقی نظر اختصار کے ساتھ ڈالی ہے اور ان کے مصنفین کے بارے میں جو اختلاف چلا آرہا ہے اس کو بتایا ہے اور ان کتب مذہبی کی تحقیق کے سلسلہ میں زمانہ قدیم میں عیسائی علماء کی جو مجلسیں مختلف مقامات پر ہوئیں اور ان میں متعدد کتب کو مشکوک و نا معتبر قرار دے کر خارج کردیا تھا اور بعض نئی کتب کو واجب التسلیم قرار دیا تھا ان کی تفصیل درج کرنے کے بعد بتایا ہے کہ اس وقت موجودہ مسیحیوں کے اخلاف نے جو فیصلے ان کتب مذہبی کے استناد کے بارے میں کیے تھے ان کو رومن کیتھولک مسیحی اب تک صحیح مانتے ہیں لیکن بعد میں مارٹن لوتھر کے قائم کردہ فرقہ پروٹسٹنٹ نے ان میں سے اکثر کو تسلیم کرنے سے بالکل انکار کردیا ہے۔

کتاب کی تیسری فصل میں ان مقدس سمجھی جانے والی کتب میں وقتاً فوقتاً جو تحریفات ہوئی ہیں ان کے اسباب تفصیل سے بتائے گئے ہیں۔ نمونہ کے طور پر تحریف کے ساتویں سبب کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔

> "حواریوں کے زمانہ ہی سے ملحدوں اور بددیانت لوگوں کو کتب مقدسہ میں تحریف اور جعل سازی کا پورا پورا موقع میسر آگیا، انہوں نے یہ سوچ کر کہ اچھے لوگ تو مصائب میں مبتلا ہونے کے سبب ان کی تحریف و جعل سازی کی طرف توجہ نہیں دے سکتے لہٰذا ہماری جعل سازی کامیاب رہے گی کتب مقدسہ میں تحریف و جعل سازی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہوگا، ۱۰۰۰ء تک اس جعل سازی کا بازار خوب گرم رہا اور دسویں صدی میں تو جعل سازی کا کاروبار انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔" (ص۷۵، ۷۶)

کتاب کی فصل میں صہ ۸۴ سے صہ ۹۶ تک اس دعوے پر دلائل قائم کیے گئے ہیں کہ موجودہ تورات حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں اور اس دعوے کے اثبات میں موجودہ عبارتوں ہی سے دلائل فراہم کیے گئے ہیں، مثلاً کتاب گنتی کے باب ۱۲ کی آیت ۳ اس طرح ہے۔

"اور موسیٰ روئے زمین کے سب آدمیوں سے زیادہ حلیم تھا"

اسپائی نوزا کا قول ہے کہ یہ جملہ اس بات کا غماز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس کتاب کے مصنف نہیں ہو سکتے کیونکہ متکبر سے متکبر انسان بھی اپنی تعریف میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کیا کرتا چہ جائیکہ موسیٰؑ جیسا پیغمبر، لہٰذا یہ کہنا قرین قیاس ہے کہ اس کتاب کا مصنف موسیٰ علیہ السلام کا عقیدت مند کوئی دوسرا ہی شخص تھا۔

تورات میں تحریف اور اس میں مندرج اختلافات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد عہد جدید کی کتابوں پر بھی اسی محققانہ انداز میں مولانا نے روشنی ڈالی ہے اور ان میں پائی جانے والی تحریفات کو دلائل کے ساتھ پیش فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں عیسائی علماء کے اعترافات جو اس سلسلہ میں خصوصی اہمیت رکھتے ہیں پیش کیے ہیں۔

اس موضوع کی فصل چہارم میں انبیاء اور حواریوں کے بارے میں عیسائیوں کے اقوال پیش کیے گئے ہیں جن کی رو سے ان کی تمام تحریریں الہامی نہیں قرار پا سکتی ہیں، اور یہ بھی بتایا ہے کہ انجیل کی تحریر، انجیل نویسوں کے سہو اور کوتاہیوں سے خالی نہیں، اور اکثر مقامات میں ان کی روایتوں میں اتنا شدید اختلاف ہے کہ دوراز کار تاویلات سے بھی بمشکل کچھ توافق پیدا ہوتا ہے مثلاً وہ اختلاف جو مسیح علیہ السلام کی ولادت کے زمانہ کے باب میں اناجیل لوقا اور متی اور ان کے ترجموں میں پایا جاتا ہے۔

ایک فصل میں (صہ ۴۵۲) بتایا گیا ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک انبیاء گناہوں سے حتیٰ کہ سب سے بڑے گناہ شرک اور بُت پرستی سے بھی معصوم نہ تھے، اور کرامت کا صدور اور روح القدس سے محض مستفیض ہونا نہ نبوت کی دلیل ہے اور نہ ایمان کی۔ اس سلسلہ میں ان مقدس کتب کے حوالہ سے حضرت سلیمان پر بت پرستی، حضرت لوط پر اپنی بیٹیوں سے حالت مدہوشی میں زنا، حضرت نوح پر شراب نوشی اور حضرت داؤد پر زنا و ظلم اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب پر جھوٹ کے الزامات صاف لفظوں میں عائد کیے گئے ہیں اور یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ انبیاء تبلیغ دین میں بھی جھوٹ بولتے تھے۔

کتاب میں مشہور پادری فنڈر جس کا ذکر اوپر آ چکا کی کتاب میزان الحق کے ایک باب کی تیسری فصل جس میں مسلمانوں (جن کے لیے پادری مذکور نے قصداً "محمدیوں" کا لفظ استعمال کیا ہے) کے ان دعووں کا جو

وہ عیسائیوں کی تردید میں لاتے ہیں رد پیش کرنے کی کوشش کی گئی تھی مثلاً یہ دعویٰ کہ عیسائیوں کی کتب مقدسہ میں تحریف وتبدیل ہوئی باطل ہے۔ مولانا کیرانوی نے عام مناظرین کی طرح تلخ وتند لہجہ اختیار کیے بغیر متانت وسنجیدگی سے ان مسیحی پادریوں کے تمام دلائل کے شافی اور مسکت جوابات دیئے ہیں، مثلاً یہ دکھایا ہے کہ بائبل میں فلاں جگہ تاریخ میں تبدیلی پائی جاتی ہے اور فلاں جگہ مقامات کے نام میں فرق ملتا ہے، فلاں جگہ پوری آیت تبدیل شدہ نظر آتی ہے، اور فلاں جگہ گنتی میں فرق نظر آتا ہے۔

تحریف اناجیل کے جواب میں پادری صاحب نے تحریف قرآن کا جو انوکھا دعویٰ اپنی اس کتاب میں فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں شیعہ فرقہ کے بعض مزعومات کو دلیل راہ بنایا ہے۔ مولانا نے اس کے الزامی اور تحقیقی دونوں طرح کے جوابات دے کر پادری صاحب کے سارے دعوؤں کی عمارت بالکل منہدم کر کے رکھ دی ہے، اس سلسلہ میں مولانا نے شیعہ علماء کے بھی وہ اقوال درج کیے ہیں جن سے قرآن کی حقانیت کا پورا ثبوت ملتا ہے۔

پادری صاحب نے قرآن کی کتابت میں سہو کاتب مختلف مقامات پر ثابت فرمانا چاہا ہے، مولانا نے اس کو ہر اعتبار سے عملاً ناممکن اور پادری صاحب کی خیال آرائی کو محض توہم نے ٹھہرایا ہے اور پادری صاحب کو چیلنج دیا ہے کہ وہ کسی ایک جگہ بھی قرآن میں عبارت کے ایسے اختلاف کی نشاندہی کریں جس سے یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ کون سی عبارت اصلی ہے اور کون سی اپنی طرف سے وضع کی گئی ہے (جیسا کہ مسیحیوں کی کتب مقدسہ میں کثرت سے نظر آتا ہے اور جسے خود مسیحی محققوں نے بھی تسلیم کیا ہے) تو ان کے اس قسم کے دعاوی سہو کاتب وغیرہ کو درست مانا جا سکتا ہے۔

خاتمہ کتاب میں عیسائی مذہب میں ہونے والے گوناگوں تغیرات جو ان کی کتب مقدسہ میں مسلسل تحریف کے نتیجہ میں ہوئے کو دکھایا گیا ہے کہ اصل مسیحی مذہب باقی نہیں ہے اور اس کی جگہ دین پولسی لے چکا ہے اور دین پولسی بھی (مسیحی فضلاء کے بیانوں کے مطابق) کئی سو سال تک دجالوں اور بت پرستوں کے زیر اثر رہا اور مسیحیوں کی کتب مقدسہ اس مدت دراز تک انہیں دجالوں کے پاس رہیں، اس کے بعد مولانا نے آج کے عیسائیوں سے دردمندانہ خطاب کیا ہے کہ

"بھلا اب تم کس لیے ایسے دین اور ایسی کتب کے حامی بنے ہوئے ہو۔ کیوں نہیں تم نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ابدی نجات حاصل کر لیتے ہو؟"

آخر میں مولانا کی بڑی مؤثر مناجات درج ہے، یہ غالباً من وعن مولانا ہی کی عبارت میں ہے اس کے چند تمہیدی جملے ملاحظہ ہوں۔

(بقیہ صـ۵٦ پر)

خودانحصاری کی طرف ایک اور قدم
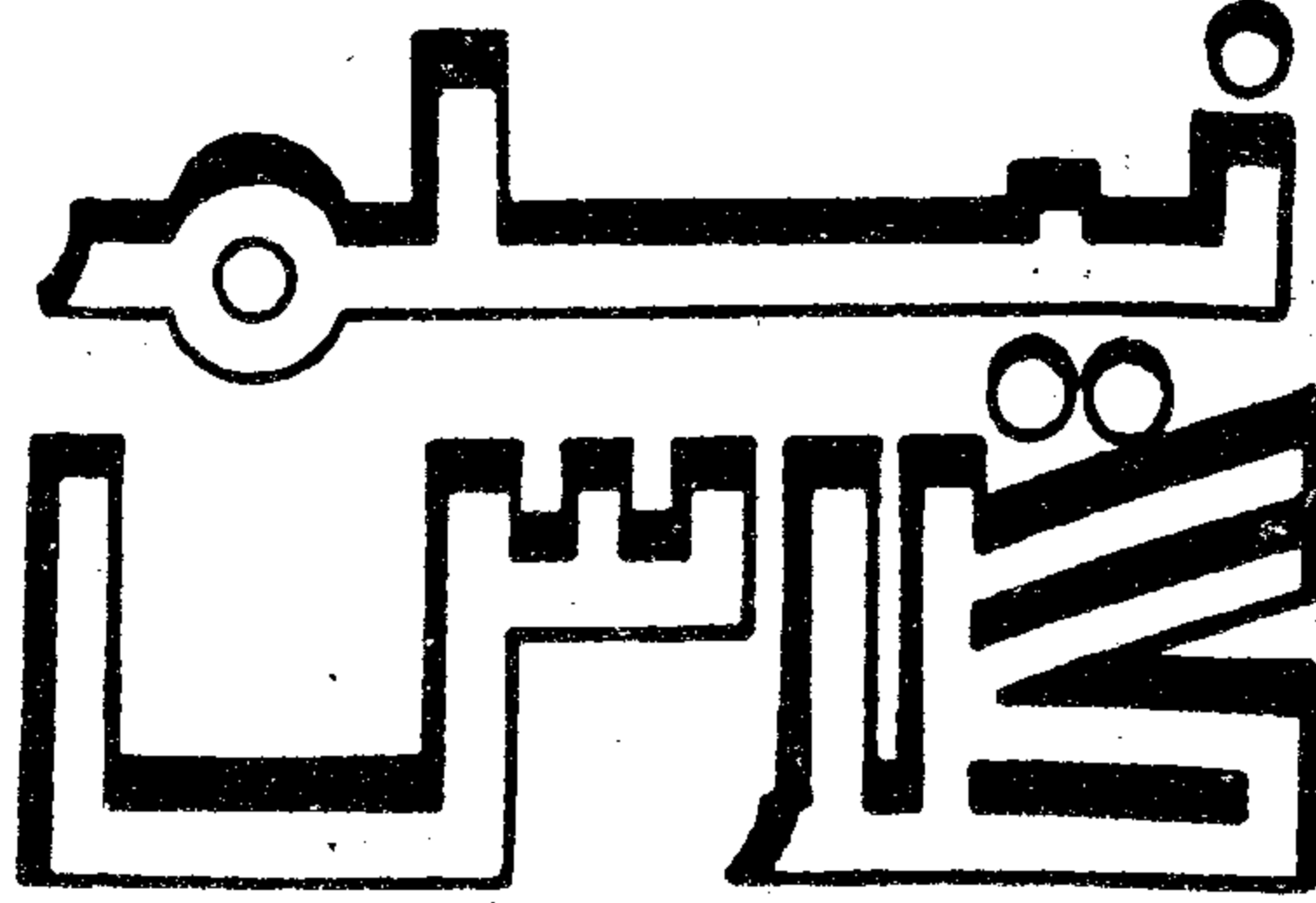
رنگین شیشہ (Tinted Glass)

باہر سے منگانے کی ضرورت نہیں ۔

چینی ماہرین کی نگرانی میں اب ہم نے رنگین عمارتی شیشہ (Tinted Glass) بنانا شروع کر دیا ہے ۔

دیدہ زیب اور دھوپ سے بچانے والا **نیلم** کا (Tinted Glass)

نیلم گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ

ورکس، شاہراہِ پاکستان حسن ابدال ۔ فون : 563998 - 509 (05772)

فیکٹری آفس، ۲۸۴-بی راجہ اکرم روڈ، راولپنڈی فون : 568998 - 564998

رجسٹرڈ آفس، ۱۷-جی گلبرگ II ، لاہور فون : 878640-871417

Adarts-HMD/CAR-13/95

مولانا ذاکر حسن نعمانی

مسئلہ توہینِ رسالت

قرآن و حدیث کی روشنی میں

گزشتہ چند ماہ سے توہینِ رسالت کی بحث چلی ہوئی ہے۔ اس موضوع پر مختلف الخیال حضرات نے ملکی اخبارات میں اپنے اپنے مبلغِ علم کے مطابق مضامین لکھے۔ یہ مضامین ایک خاص واقعہ کے ردِ عمل تھے۔ کیونکہ ملک ہی دو غیر مسلم اس جرم کا ارتکاب کر کے سزا سے بچ گئے۔ بعض مضمون نگاروں کا خیال تھا کہ غیر مسلم اگر حضورؐ کی گستاخی کرے یا شانِ رسالت میں نقص پیدا کرے اور اس کو معاف کر دیا جائے تو یہ تعلیماتِ اسلام اور خود حضورؐ کے عمل کے منافی نہیں۔ کیونکہ حضورؐ نے اکثر عفو و درگزر سے کام لیا ہے۔ مثلاً طائف کے تبلیغی سفر میں کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی تکالیف پہنچائی لیکن حضورؐ نے بجائے سزا کے ان کو عام ہدایت کی دعا دی۔ نہ بددعا دی اور نہ سزا دی۔ حالانکہ پہاڑوں کا فرشتہ انتقام کے لیے پہنچ چکا تھا۔ اس طرح عفو و درگزر کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں بعض حضرات کا خیال ہے۔ کہ ایسے مجرم کو ضرور سخت سزا ملنی چاہیئے تاکہ آئندہ کسی کو ایسے جرم پر اقدام کی جرأت نہ ہو۔

ان مضمون نگاروں میں اکثریت ایسے حضرات کی تھی جو قرآن و حدیث کے باقاعدہ عالم نہیں تھے۔ بلکہ اپنے مطالعہ کی حد تک کوشش کی تھی۔ اول تو یہ بات ضروری ہے کہ کسی اہم اور نازک دینی مسئلہ پر جب تک قرآن و حدیث کا علم اور طرزِ استدلال اگر کوئی نہیں جانتا تو اظہارِ خیال سے گریز کرے پھر یہ بھی ضروری ہے کہ موضوع کے متعلق وافر معلومات اور ہر پہلو پر عبور رکھتا ہو۔ قرآن و حدیث کی نصوص کے ساتھ مفسرین فقہا محدثین کی آراء سے بھی باخبر ہو تاکہ حتی الوسع غلطی کا امکان نہ ہو۔ لیکن بد قسمتی سے بعض حضرات چند اردو تراجم دیکھ کر ہر قسم کے موضوع پر خامہ فرسائی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ اپنی اور دوسروں کی گمراہی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

زیرِ نظر مضمون میں قرآن و حدیث کے دلائل ائمہ مجتہدین کے اقوال اور عقلِ سلیم کی روشنی میں چند سطور پیشِ خدمت ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ توہینِ رسالت کا مرتکب مجرم ہے یا نہیں۔

حضورؐ کی شان میں گستاخی بے ادبی اور نقص اور ایذا پہنچانے والا یقیناً مجرم ہے اس لیے کہ

بات کی دلیل ہے کہ ایسے موذی کو ان کے نزدیک قتل کرنا جانی پہچانی بات تھی۔ اور حضورؐ نے نکیر نہیں فرمائی اور نہ یہ کہا کہ اس کا قتل جائز نہیں۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے ان رجلا کان یسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من یکفینی عدوی۔ ایک آدمی نے حضورؐ کو گالی دی تو حضورؐ نے فرمایا میرے اس دشمن کے مقابلہ میں میرے لیے کون کافی رہے گا۔ فرماتے ہیں کہ ان ابن ابی تنقص النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاستأذن ابنہ النبیؐ فی قتلہ لذالک۔ ابن ابی نے حضورؐ کی شان میں گستاخی کی تو اس کے بیٹے نے حضورؐ سے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔

علامہ ابن عابدین نے اپنے رسالہ میں قاضی عیاض کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے کہ ان رسول اللہ قال من سب نبیًا فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاضربوہ۔ حضورؐ نے فرمایا جو مجھے گالی دے اس کو قتل کر دو اور جو میرے صحابی کو گالی دے اس کو خوب پیٹو۔

اجماع ایسے گستاخ کے قتل پر اجماع کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

قیاس مرتد واجب القتل ہے اس پر اجماع اور نصوص کی دلالت ہے اور حضورؐ کا قول ہے من بدل دینہ فاقتلوہ والساب مرتد مبدل لدینہ۔ جو اپنا دین بدل دے اس کو قتل کر دو اور حضورؐ کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد اور اپنے دین کو بدلنے والا ہے۔

مسلمان اگر توہین رسالت کا ارتکاب کرے تو اس کی سزا

جیسا کہ گذر چکا ایسے مجرم کی سزا قتل ہے کیونکہ مرتد ہے

اس سزا کے قتل میں کسی کا اختلاف نہیں البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ توبتہ مقبولۃ باجماع اکثر العلماء اذا لم یکن زندیق۔ اکثر علماء کے اجماع کے ساتھ اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ اگر زندیق نہ ہو۔

امام شافعیؒ کے نزدیک بھی اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں۔ وملت الی قبول توبتہ وعدم قتلہ ان رجع الی الاسلام۔ یعنی میرا میلان توبہ کے قبول ہونے کی طرف ہے اگر اسلام کی طرف دوبارہ لوٹ آئے۔ فرماتے ہیں کہ اگرچہ دل کو اس سے تسلی نہیں ہوتی کیونکہ دل تو چاہتا ہے کہ ایسے مجرم کو تلوار کی وار سے ختم کر دیا جائے یا جلا کر رکھ دیا جائے لیکن نقلی دلائل آنے کے بعد عقل کو سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ ابن عابدین فرماتے ہیں فاعلم ان مشہور مذہب مالک واصحابہ وقول السلف وجمہور العلماء قتلہ حدًا لا کفرًا ان اظہر التوبۃ منہ

ولهذا لا تقبل عندهم توبته۔ امام مالکؒ ان کے اصحاب اسلاف اور جمہور علماء کے نزدیک اس کو حداً قتل کیا جائے گا اگرچہ اس کی طرف سے توبہ کا ظہور ہو۔ اس کی توبہ قبول نہیں جس طرح دیگر حدود توبہ سے ساقط نہیں ہوتیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسے مجرم کو توبہ کے لیے کہا جائے گا جب کہ مسلمان ہو اگر توبہ کرلی تو معاف ہے ورنہ مرتد کی طرح قتل کردیا جائے گا۔

غیر مسلم ذمی اگر توہین رسالت کا مرتکب ہو

مسلم گورنمنٹ کی طرف سے ذمی کافر کی جان و مال محفوظ ہوتا ہے۔ یہ اسلام اور مسلمان کے خلاف غلط حرکت نہیں کرے گا ورنہ اس کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور اس کا جرم قابل مواخذہ ہوگا۔

علامہ ابن تیمیہ اپنی کتاب الصارم المسلول میں لکھتے ہیں کہ قال حرب سألت احمد عن رجل من اهل الذمة شتم النبیؐ قال يقتل اذا شتم النبیؐ۔ حرب کہتے ہیں کہ میں نے احمد سے اس ذمی کے بارے میں پوچھا جو حضورؐ کو گالی دے تو احمد نے فرمایا قتل کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں۔

وان كان ذميا فانه يقتل ايضا فی مذهب مالك واهل المدينة۔

یعنی امام مالک اور اہل مدینہ کے نزدیک ذمی کو بھی قتل کیا جائے گا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔ اور قتل کردیا جائے گا۔ علامہ ابن تیمیہ نے معاہدہ ٹوٹنے پر قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ و تابعین کے دلائل قائم کیے ہیں۔ ابن عابدین نے اپنے رسالہ امام سبکی کی السیف المسلول کے حوالے سے نقل کیا ہے قال مالك من شتم النبیؐ من اليهود والنصرى قتل الا ان يسلم۔ مالک فرماتے ہیں کہ کسی یہودی یا نصرانی نے حضورؐ کو گالی دی تو اگر اسلام نہ لایا تو قتل کردیا جائے گا۔ اور امام احمد بھی یہی فرماتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایسے ذمی کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور اس کو قتل کردو۔ اور دلیل کعب بن اشرف کے واقعہ سے پکڑی ہے۔ امام اعظم کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس کو سخت تعزیر دی جائے گی۔ اگر اس تعزیر میں مرجائے تو اس کا خون بغیر کسی معاوضہ کے ضائع ہوگا۔ ابن عابدین مذہب احناف نقل کرتے ہیں۔ ان يؤدب تعزيراً شديداً بحيث لو مات كان دمه هدر۔ اس کو بطور تادیب سخت سزا دی جائے گی۔ اگر اس سزا کی وجہ سے مرجائے تو اس کا خون بلا ضمان ہوگا۔ فرماتے ہیں۔ ان الذمی يجوز قتله عندنا لكن لا حداً بل تعزيراً فقتله ليس مخالفا المذهب۔ یعنی ذمی کا قتل ہمارے نزدیک حداً نہیں بلکہ تعزیراً جائز ہے اگر مرجائے تو اس میں مذہب کی مخالفت نہیں ہے۔

ضروری بات آخیر میں قارئین کرام کے گوش گزار کردوں۔ کہ صحابہ کرام کی سچی عقیدت و محبت کے سامنے ہماری محبت بالکل ہیچ ہے۔ ان پر خود کو قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ان میں جوشِ عقیدت تھا تو ہوش دلائل بھی تھا۔ انہوں نے کبھی نفس کی خاطر انتقام نہیں لیا جو کچھ کیا اللہ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے کیا ہے ان کے بارے میں ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کبھی نفس کی خاطر انہوں نے کوئی کام کیا ہو۔ ہر کام میں اللہ اور رسول کی اطاعت ملحوظ خاطر رہتی۔ اس دور میں خواہش پرستی زیادہ ہوگئی ہے۔ لہذا ہمیں ہوش کے ناخن لینا چاہئیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بے قصور مسلمان یا غیر مسلم ہمارے جوشِ عقیدت کی بھینٹ چڑھ جائے۔ ہر واقعہ کی مکمل چھان بین کرکے مجرم کو گورنمنٹ کے حوالہ کرنا چاہیے۔ اور گورنمنٹ کو چاہیے کہ حوالہ کرنے والے کی حوصلہ افزائی کرکے مجرم کو کیفر کردار تک پہنچائے "تاکہ کل کو قیامت کے دن حضور کے سامنے سرفخر سے اونچا ہوسکے۔ خود ایسے مجرم کو سزا نہیں دینی چاہیے کیوں کہ اس کی آڑ میں بہت لوگ اپنے اپنے دشمن کو ٹھکانے لگائیں گے آج بعض مسلمانوں کی عادت بن چکی ہے کہ آپس کی رنجشیں ہوتی ہیں۔ لڑتے وقت بیچ میں اللہ اور اس کے رسول کو لے آتے ہیں۔ تاکہ دیگر افراد کی ہمدردی حاصل کرکے مدمقابل کو نقصان پہنچائیں اس لیے گورنمنٹ کو چاہیے کہ گستاخِ رسول کو سخت سزا دے تاکہ تمام مسلمانوں کے دلوں کا مرہم ہوسکے۔

گستاخ رسول کسی ایک فرد کا مجرم نہیں ہوتا بلکہ پورے عالمِ اسلام کا مجرم ہوتا ہے۔ سب مسلمانوں کی تسکین اسی صورت میں ہوگی کہ مجرم کو سخت سے سخت سزا ملے تاکہ دنیا کے اندر پھر کسی کو ایسے جرم کی ہمت نہ ہو۔

مراجع و مصادر

(۱) قرآن مجید (۲) الصارم المسلول علامہ ابن تیمیہ (۳) مجموعہ رسائل ابن عابدین (۴) جامع العلوم والحکم ابن رجب حنبلی (۵) سیرۃ المصطفیٰ ج ۲ مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔ (بقیہ ص ۴۶ سے)

"اے رب العالمین تو جو ساری چیزوں پر قادر ہے اور بنی آدم کے دلوں کو شیطان کے وساوس سے چھڑانے کی طاقت رکھتا ہے اپنے فضل و کرم سے عیسائیوں کو جو سچے دل سے اپنی نجات کے خواہاں ہیں راہ راست پر لا اور ان کو جو تعصب کی راہ سے دین محمدی کے دشمن ہو رہے ہیں تعصب سے چھڑا اور ان کو توفیق عنایت فرما کہ سچے دل سے تیری راہ تلاش کریں اور تیرے نبی آخر الزماں پر ایمان لاکر نجات ابدی اور حیات سرمدی پائیں۔" (ص ۱۷۷)

مچھروں سے مکمل نجات حاصل کیجئے
ویپ
ماسکیٹومیٹ
Vape mat
FUMAKILLA
FUMAKILLA
Vape mat f
ELECTRONIC
MOSQUITO
DESTROYER

پر قابو پانے میں ناکام رہا ہے۔ (جنگ" ۱۰ ستمبر)

نیویارک میں ہر سال دو ہزار افراد قتل ہوتے ہیں اور پولیس قاتلوں کو گرفتار کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ (روزنامہ "پاکستان" لاہور ۴ اگست ۹۱ء) امریکہ میں دیگر جرائم کا یہ حال ہے کہ ہر پانچ منٹ کے بعد زنا کی ایک واردات ہوتی ہے جب کہ امریکہ جیسے ملک میں بھی ایسے جرائم کی رپورٹ صرف دس فیصد تک درج ہوتی ہے باقی ۹۰ فیصد عورتیں خوف یا کسی اور وجہ سے خاموش رہتی ہیں اور باہمی رضامندی کے تحت جنسی تعلق کو زنا سمجھا ہی نہیں جاتا۔ (جنگ ۲ فروری ۸۵ء)

قتل و غارت گری کے اعتبار سے دیگر ممالک کی صورتحال بھی تقریباً ایسی ہی ہے۔ لندن میں سکاٹ لینڈ یارڈ کے سربراہ سرپیٹر ایمپرٹ نے کہا ہے کہ لندن میں جرائم کی شرح میں سات سو گنا تک اضافہ ہوگیا ہے اور تشدد اور جنسی حملے روز کا معمول بن گئے ہیں۔ سرپیٹر ایمپرٹ نے اپنی اہلیہ کو اکیلے گھر سے باہر جانے سے منع کر دیا ہے (" جسارت فرائیڈے سپیشل" ۲۲ جنوری ۱۹۹۳ء)

اس سلسلے میں نیوزی لینڈ کا یہ حال ہے کہ وہاں کے پولیس چیف کن تھامسن نے کہا کہ اس ملک میں ہر سیکنڈ کے بعد ایک "قتل" ہوتا ہے اور قتل کا تناسب وہی ہے جو ایک صدی قبل وحشی دور میں تھا (جنگ لاہور)

روس کے صدر بورس یلسن نے کہا ہے کہ جرائم روس کا سب سے بڑا مسئلہ ہیں، گزشتہ برس چالیس ہزار مافیا گینگ سرگرم عمل تھے۔ (خبریں، لاہور ۲۳ فروری ۹۳ء) جنوبی امریکہ میں جرائم کا یہ عالم ہے کہ ارجنٹائن میں ڈاکٹر پاگل مریضوں کو ہلاک کر کے ان کے اعضاء فروخت کر دیتے ہیں چنانچہ ۱۵ برسوں میں وہاں ۱۳۲۱ پاگلوں کی موت ظاہر کی گئی جب کہ ۱۳۹۵ مریضوں کے بارے میں ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ لاپتہ ہوگئے ہیں اور یہ صرف ایک شہر کے ایک ہسپتال کی "کارگزاری" ہے۔ (روزنامہ جنگ لاہور ۱۲ مارچ ۱۹۹۲ء)

امریکی بچوں نے ۵۰ ہزار افراد کو قتل کر دیا

امریکہ جیسے ترقی یافتہ اور مہذب ترین ہونے کا دعویٰ کرنے والے ملک میں نوجوانوں کی ذہنی حالت کا اندازہ ان میں جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار سے لگایا جا سکتا ہے۔ امریکہ کے دفاعی شعبے برائے اطفال کے ایک ترجمان کے حوالے سے بھارتی روزنامہ لکھتا ہے کہ امریکی بچوں کی اخلاقی حالت اس قدر پست ہو چکی ہے کہ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۹۱ء کے دوران بچوں نے تقریباً ۵۰ ہزار افراد کو ہلاک کر دیا۔ ترجمان کے مطابق امریکہ میں بچے بندوقوں، پستولوں اور جدید اسلحہ کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ ترجمان کا کہنا ہے کہ ویت نام سے بیس سالہ جنگ میں اتنے امریکی ہلاک نہیں ہوئے جتنے امریکی بچوں نے اپنے ملک میں ہلاک کر دیئے۔ ان حالات میں نہ صرف بچوں کی بڑھتی ہوئی آوارہ گردی، بدمعاشی اور غنڈہ گردی کا پتہ چلتا ہے بلکہ امریکی معاشرے میں والدین کی لاپرواہی بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ بچوں کی تنظیم نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ اسلحے کی فروخت کے سلسلے میں سخت قوانین کا نفاذ کرے۔

شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی مدظلہ
جامعہ اشرفیہ لاہور

تعارف و تبصرہ کتب

توضیح السنن جلد دوم | امام نیموی کی مشہور عالم کتاب ”آثار السنن“ کی اردو شرح توضیح السنن مکمل ہو چکی ہے پہلی جلد ۶۵۱ صفحات پر مشتمل تھی اور دوسری جلد ۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور منظر عام پر آچکی ہے مصنف کبیر محقق علامہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی جامعہ اشرفیہ لاہور نے جلد دوم کے بسیط وقیع اور جامع مقدمہ تحریر فرمایا ہے وہی بطور تبصرہ پیش خدمت ہے (ادارہ)

ملت اسلام میں احادیث نبویہ علی صاحبہا الف الف صلوات و تسلیمات کا مقام و مرتبہ نہایت بلند و اہم ہے۔ قرآن حکیم کے بعد احادیث نبویہ اسلامی اصول و فروع، فقہی احکام اور شرعی تعلیمات کا اہم مرجع و مآخذ ہیں۔ چنانچہ احادیث مبارکہ کی حفاظت درحقیقت پورے اسلام کی حفاظت ہے۔ احادیث وسنن کی حفاظت کا بہترین ذریعہ تصنیف کتب حدیث ہے۔ کتب حدیث وسنت تبلیغ احادیث و حفاظت شریعت اسلامیہ کا قوی ذریعہ ہیں۔

فطوبیٰ لہذہ الکتب المبارکۃ وطوبیٰ ثم طوبیٰ لمصنفیہا وجامعیہا ان مبارک کتب حدیث میں سے ایک نافع واہم کتاب آثار السنن تالیف محدث اکمل و شیخ اجل امام ہمام علامہ اجل محقق افضل مولانا محمد بن علی ابوالخیر ملقب بہ ظہیر الدین نیموی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ کتاب برصغیر کے علماء کبار وصغار میں نہایت مقبول، مشہور اور تحقیقات مسائل فقہیہ و تدقیقات وغوامض حدیثیہ میں مرجع الانام ہے۔ محدثین عصر ہذا و فقہاء زمانہ ہذا نہایت شیفتگی سے اس کے گرویدہ ہیں۔ تقریباً ہر محدث اسے اپنے پاس رکھنا لازم اور ضروری سمجھتا ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع میں نہایت جامع، محقق، نافع و معتمد علیہ ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت وشہرت و مرجع اہل علم ہونے کے اسباب تین ہیں۔

اوّل: یہ کہ وہ ابحاث فنیہ دقیقہ غریبہ وحقائق علمیہ حدیثیہ عجیبہ و مآخذ نکات وادلہ فقہیہ قویہ پر مشتمل ہونے کے علاوہ صغیر الحجم وکبیر العلم ہے۔ وہ باعتبار ظاہری عبارات موجز و مختصر ہے لیکن بلحاظ معنوی ایماءات وعلمی اشارات وفقہی استخراجات مطول و مبسوط ہے لہٰذا اسے سہل ممتنع اور علم کا کھسار مرتفع کہنا بعید نہیں۔

دوم: یہ کہ وہ صحیح وحسان وقوی احادیث و موثوق علیہ آثار کا دلکش مجموعہ ہے اس سلسلے میں وہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید ترین ملٹی پرپز کنٹینر ٹرمینل

نئے پروڈکٹس ٹرمینل

بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

EPP 4 88 PID - Islamabad